بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کا دینی، اصلاحی، ادبی ترجمان

ماہنامہ ندائے قاسم

بیادگار: حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، بانی دارالعلوم دیوبند

بانی: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ و بانی جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ

مجلس مشاورت

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب — مولانا محمد مرغوب الرحمٰن صاحب

جناب سمیع احمد صاحب — جناب حاجی بلال الدین صاحب

نگراں: حضرت مولانا محمد ناظم صاحب ناظم جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ

مدیر مسئول: مولانا محمد سالم — مدیر تحریر: خالد انور پورنوی، المظاہری

جلد:3	اپریل 2017ء	رجب المرجب ۱۴۳۸ھ	شمارہ: 30

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب: 09431011919

مولانا محمد ناظم صاحب: 09431015726

مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب: 09470083120

مولانا محمد سالم صاحب: 09934291786

ماہنامہ ندائے قاسم

Monthly NIDA-E-QASIM

Nafees colony, Baripath,

Mahendru, Patna-6

فی شمارہ: 20/روپیہ - سالانہ زرتعاون: 200/روپیہ

OWNER, EDITOR, PRINTER & PUBLISHER : MOHAMMAD QUASIM,

PRINTED AT INDIAN ARTS OFFSET, BASEMENT OF SBI, MAHENDRU, ASHOK RAJPATH, PATNA:-6, & PUBLISHED FROM OFFICE OF THE "NIDA-E-QASIM", NAFEES COLONY, BARIPATH, MAHENDRU, DIST- PATNA-6,

RNI No BIHURD/2014/59332, MOB.: 9431011919

فہرست مضامین

.	ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں!	خالد انور پورنوی المظاہری	03
درس قرآن	آزمائشیں ایمان کی نشانی! (قسط ہشتم)	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب	08
درسِ حدیث	تسبیحات فاطمہ رضی اللہ عنہا	جناب مولانا محمد ناظم صاحب	12
مقالات ومضامین	موجودہ حالات کا صبر واستقامت اور حکمت عملی سے مقابلہ کریں!	حضرت مولانا اسرار الحق صاحب	15
	غیر مسلموں کے گناہوں کی پردہ داری کیوں؟	جناب عادل فراز صاحب	18
	صحافت جو تجارت بن گئی	راحت علی صدیقی قاسمی	21
	برصغیر میں صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے اولین نقوش	(مولانا) حذیفہ وستانوی	24
	تحفظ عقائد کی محنتوں میں اضافہ؛ وقت کی اہم ضرورت	مولانا شاہ عالم گورکھپوری	33
	انسانیت کو بھولا ہوا سبق یاد دلانا!	عارف عزیز (بھوپال)	37
	انسان بنیادی طور پر نفاست کا دلدادہ ہے	تجزیہ یو این این	39
	علمائے دیوبند کا فکری اعتدال اور اس کی جامعیت	مولانا عبد المنان قاسمی	43
خواتین	خواتین کا عالمی دن!	صدف ایمان	52
اطفال	آنکھیں کھل گئیں	انظار احمد صادق	55
//	بچے خوف زدہ کیوں ہوتے ہیں؟	سویرا فلک	58
جمعیۃ علماء بہار	استقبالیہ وتجاویز: جمعیۃ علماء ارریہ	مفتی اطہر القاسمی،	59
//	جامع مسجد بختیار پور، شریعت بیداری کانفرنس	رپورٹ: ادارہ	62
رپوٹ	مکتب سبیل السلام، جامع مسجد ترپولیہ، پٹنہ	پریس ریلیز: رپورٹ	63
شب وروز	اختتامی پروگرام انجمن بزم مدنی	خصوصی رپورٹ: ادارہ	64

E-Mail:-.nedaequasim@gmail.com

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں!

کمپیوٹر کتابت: مجود عالم، بھاگلپوری: 09934837448

اداریہ

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں!

خالدانورپورنوی المظاہری

اِقتدار بدلتے ہیں،حکومتیں بدلتی ہیں، نہ یہ کوئی عجوبہ ہے،اورنہ ہی حیران کرنے والی بات، یہی جمہوریت ہے کہ ہر پانچ سال میں الیکشن کے ذریعہ مرکزی اورریاستی سطح پر یاتو نئی سرکار آتی ہے، یاموجودہ اقتدار کی بحالی عمل میں آتی ہے،لیکن طےعوام کرتی ہے،اکثریت جدھر جھکتی ہے،اسے ہی تخت وتاج ملتا ہے،اور کبھی ایسابھی ہوتاہے کہ اکثریت کےووٹ ضائع ہوجاتے ہیں اور جسےکم ووٹ ملتاہےاسے کامیابی مل جاتی ہے۔

ہندوستان کی پانچ ریاستوں کاابھی انتخاب ہوا،سب سے بڑی ریاست اترپردیش اوراتراکھنڈ میں بی جے پی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی،جبکہ پنجاب میں شکست کا سامنا کرنا پڑا، گوااورمنی پورمیں کسی کوواضح اکثریت نہیں ملی،کانگریس سب سے بڑی پارٹی بن کرسامنے آئی،مگرسینہ زوری،اور پیسے کے بل پر یہاں بھی بی جے پی حکومت بنانے میں کامیاب ہوگئی۔

سب سے اہم ریاست اترپردیش میں بی جے پی کی کامیابی کس طرح اورکیوں کر ہوئی؟اس پر بحث تو سیاسی پارٹیاں کریں گی،اور کررہی ہیں،ہمارے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے،ہندوستان ہماراوطن ہے،اس کی سرٹیفیکٹ کیلئے نہ کل کسی سیاسی پارٹی کے ہم محتاج تھےاور نہ آج،ملک کا قانون ہمارے لئے بنیاد ہےاوریہی ہمیں معززشہری ہونے کادرجہ فراہم کرتا ہے۔

یوپی تخت پرآج یوگی کاراج ہے،جومسلمانوں کے خلاف زہراگلنے میں ایک عرصہ سےمشہورومعروف رہا ہے،تو کیا ہوا؟دنیامیں تونمرودبھی آیا،فرعون بھی،اورابوجہل بھی،مگرسب مٹ گئے،اورآج ان کا نام ونشان بھی نہیں ہے،مگرابراہیم علیہ السلام،موسیٰ علیہ السلام اورمحمد ﷺ کانیک نامی آج بھی زندہ وجاوید ہے،اوران کے ماننے والے آج بھی پوری دنیامیں موجود ہیں،اورقیامت تک رہیں گے۔

جوملک اورآئین کی ہردن دھجیاں اڑاتے ہیں وہی ہمیں حراساں اورپریشان کرنے کی کوششیں کررہے ہیں، انہیں یہ نہیں پتہ کہ ہم مسلمان ہیں،اورمسلمان صرف اللہ سے ڈرتے ہیں،اللہ کے علاوہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتیں انہیں ڈرانہیں سکتی ہیں،ہاں مصائب آتے ہیں،آندھیاں آتی ہیں،طوفان آتے ہیں،اوریہ آتے رہیں گے، یہی دنیا کا مزاج ہے،اوریہی دنیا کی حقیقت،مگر پانی کے اس بلبلہ سےخوف کھا کرہمارےایمان میں تزلزل پیدا

ہو جائے یہ ناممکن ہے۔

نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی ظلم وستم سے عبارت ہے، 13 / سالہ مکی دور میں مصائب وآلام کے پہاڑ توڑے گئے، آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے جانثاروں کا جینا دوبھر کر دیا گیا، راستے میں کانٹے بچھائے گئے، جسموں کو لولہان کیا گیا، شاید ظلم کی کوئی ایسی کہانی باقی نہ تھی، جو ان کے ساتھ پیش نہ آئی ہو، مگر تاریخ گواہ ہے کہ ان کے پایہ استقامت میں کبھی بھی لغزش نہیں آئی، بلکہ ان کے حوصلوں کو توانائی ملتی رہی، اور ایمان میں مزید اضافہ ہوتا گیا، اور جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہوتے گئے۔

قریش کی دشمنی اور مخالفت اس قدر بڑھ گئی کہ اللہ کے رسول، سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے آبائی وطن مکۃ المکرّمہ کو خیر آباد کہا، اور ہجرت کیلئے روانہ ہو گئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ساتھ ساتھ ہیں، چھپتے چھپاتے غارِ ثور پہونچے، اِدھر مشرکین نے بھی پیچھا کرنا شروع کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو پکڑ کر لانے کی صورت میں سو اونٹیوں کے انعام کا اعلان کر دیا گیا، بلکہ غار کے منہ تک پہونچ بھی گئے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مشرکین مکہ تو ہمارے سروں پر کھڑے ہیں، ان کے آثار نظر آرہے ہیں، ان میں سے کسی نے بھی ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو ہمیں دیکھ لیگا، آپ ﷺ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا: ڈرو مت اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

نور حق شمع الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہو خدا اُسے مٹا سکتا ہے کون

۞ ۞ ۞

یوپی الیکشن کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے، اگر ای وی ایم مشینوں میں دھاندلی کو ہم خارج کر دیں تو یہ بات بآسانی سمجھی جا سکتی ہے کہ ہندوستانی سیاست بہت بُرے دور سے گذر رہی ہے، ہر چناؤ میں ضابطہ اخلاق کا نفاذ ہوتا ہے، مگر اثر اس کا الٹا ہوتا ہے، ہوتا تو وہی سب کچھ ہے جو سیاسی نیتا چاہتے ہیں، فرقہ پرستی کا زہر گھول گھول کر پلا یا جاتا ہے، مگر نہ ان سے باز پرس ہوتی ہے اور نہ وجہ بتاؤ نوٹس کا فرمان جاری ہوتا ہے، اور ہندوستان کی بکاؤ میڈیا اپنی پوری توجہ پیسے پر مرکوز کر دیتی ہے، سچائی، دیانت داری سے انہیں کیا مطلب؟ جدھر سے چارہ ملا اُدھر ہی لپک گئے۔

وہ زمانہ گئے جب وکاس اور ترقی کی بنیاد پر ووٹ ملتے تھے، اب بہکاوے پر ووٹ ملتے ہیں، اور عام لوگوں کی یادداشت بھی بڑی کمزور ہے، بہکاوے میں آکر کسی کو ووٹ دے دیتے ہیں، لیکن جیتنے کے بعد جملہ سمجھ

کر بھول جاتے ہیں۔اب دیکھئے ملک کے پی ایم نے یوپی کے چناوی پرچار میں واضح انداز میں اعلان کیا تھا کہ یوپی میں بی جے پی کی حکومت بننے کے بعد ریاستی کابینہ کی پہلی میٹنگ میں کسانوں کے قرض کی معافی کا فیصلہ کرلیا جائیگا،حکومت تو بن گئی،مگراب پی ایم بھی خاموش ہیں اورسی ایم بھی خاموش ہیں، بلکہ ساری توجہ ان چیزوں کی طرف ہے جس کے ذریعہ 2019ء میں دوبارہ ملک کے اقتدار پر قبضہ جما سکے۔نہ کسانوں سے مطلب ہے اور نہ جنتا سے سروکار۔چلئے پھر بھی جنتا خوش ہے تو ہمیں کیا مطلب ہے؟

نوٹ بندی سے ملک کی معیشت کوشدید جھٹکا لگا،چھوٹی چھوٹی کمپنیاں،فیکٹریاں بند ہوگئیں،130/ کے قریب جانیں چلی گئیں،مگراس کے باوجود اگر بھارتیہ جنتا پارٹی یوپی میں اپنی حکومت بنانے میں کامیاب ہوگئی ہے تو اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ وِکاس اور ترقی سے ہٹ کر کچھ ایسا مدعا ضرور ہے جس کے جنون میں عوام نے ووٹ دیئے ہیں،انہیں اس سے مطلب نہیں ہے کہ ان کے اکاؤنٹ میں 15 /لاکھ آئے یانہیں،اچھے دنوں کی شروعات ہوئی یانہیں،کھانے، پینے کی چیزوں میں کمی آئی یااور بیشی ہوگئی؟

یوپی الیکشن نہ کل ہم نے جیتا تھا کہ آج ہارنے پر افسوس کریں، نہ کل ہم محفوظ تھے کہ آج ہائے ہائے کرنے لگیں،کل بھی بھروسہ اپنے خدا پر تھا،اور آج بھی ہے،اور ہم سمجھتے ہیں یہی ہماری کامیابی کی دلیل ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر خوشی ہو یاغمی،راحت ہو یا مصیبت ہم اللہ رب العزت کو یاد کرتے ہیں،اوران کی رضا پر اپنی رضا کا اقرار واعتراف کرتے ہیں،ہاں انسان ہونے کے ناطے ایک مسلمان غلطیاں بھی کرتا ہے،مگر وہ ذات کریم ہے، جن کی طرف سے معافی بھی بہت جلد ہوجاتی ہے۔

ایک مسلمان اور ایک غیر مسلم میں یہی فرق تو ہے کہ مسلمان جنگ ہارنے سے بزدل نہیں ہوتا ہے،اور نہ جیتنے کے بعد وہ مغرور ہوتا ہے،وہ ہر حالت میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے،ہاں جہاں اپنی جیت سے وہ خوش ہوتا ہے اور اللہ رب العالمین کا شکریہ ادا کرتا ہے،ہارنے کے بعد شکست اور ہزیمت کے اسباب پر بھی غور کرتا ہے، کمزوریاں دوکرتا ہے،مگر حوصلہ نہیں ہارتا ہے،غزوہ اُحد ہمارے لئے زندہ مثال ہے، اللہ زخم خوردہ مسلمانوں سے کہہ رہے ہیں: سستی مت کرو،غم گین نہ ہو،سربلند تو تم ہی رہوگے بشرطیکہ تم مسلمان ہو!

✿ ✿ ✿

پوری دنیا میں ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں پر فرقہ پرستی کی سیاست بہت ہی کامیاب سیاست کہلاتی ہے،اقلیت واکثریت کے بیچ نفرت کی دیوار کھڑی کرکے ووٹ حاصل کئے جاتے ہیں،اوراسے کامیابی

کی ضامن یا لہر کا نام دے دیا جاتا ہے، اور اب یوپی الیکشن میں یہ نسخہ بھی بی جے پی آزما چکی ہے کہ مسلمانوں کو ٹکٹ دیئے بغیر بھی حکومت بنائی جاسکتی ہے، اگر مسلمان اس قدر بے وزن ہو چکے ہیں تو پھر انہیں اپنے ایمان میں جھانک کر دیکھنا چاہئے، اور زمینی سطح پر اسباب وعلل پر غور وفکر کرنا چاہئے!

ہاں یہ بات سچ ہے کہ آزادی کے بعد سے آج تک مسلمانوں نے اپنی کوئی مسلم پارٹی نہیں بنائی، اور نہ ہی اس جانب کبھی توجہ دی اور سیکولر پارٹیوں اور طاقتوں کا ساتھ دیا اور بس، مگر ملا کیا؟ ظلم وستم کی ایسی داستان کہ اس کے بیان سے دنیائے انسانیت کراہ اٹھتی ہے۔ بابری سے لیکر دادری، مظفرنگر سے لیکر گجرات تک ہم خون میں لت پت ہیں، اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے اور اس میں بڑھنے کا امکان زیادہ لگ رہا ہے۔

ہم نے کیا سوچا کہ دن بھر سوئے رہیں، اور کوئی دوسرا ہمارے حقوق کی لڑائی لڑیگا، آپ مانیں یا مانیں ؛لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ کل بھی ہماری یہی بھول تھی اور آج پھر یہی بھول دہرانے کی کوشش کررہے ہیں۔ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ لکھتے ہیں: اگر قوم کو پنج وقتہ نمازی نہیں، بلکہ سو فیصد تہجد گذار بنادیا جائے، لیکن ان کے سیاسی شعور کو بیدار نہ کیا جائے اور ملک کے احوال سے ان کو واقف نہ کیا جائے، تو ممکن ہے کہ اس ملک میں آئندہ تہجد تو دُور پانچ وقت کی نمازوں پر بھی پابندی عائد ہو جائے۔

فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ نے جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے ملک وملت بچاؤ تحریک چلائی تھی، جو اُس وقت بہت ہی زیادہ کامیاب اور بااثر ثابت ہوئی تھی۔ لوگوں نے پوچھا کہ اپنی اس تحریک میں ملک کو پہلے کیوں ذکر کیا، ملت کو کیوں نہیں؟ انہوں نے جواب دیا: جب ملک ہی محفوظ نہیں رہے گا تو ہم اور آپ کیسے رہیں گے۔ ان بزرگوں کی یہ باتیں کیا ہمیں آنکھیں کھولنے پر مجبور نہیں کرتی ہیں کہ اب اسٹیج چھوڑیں، زمین پر اتریں، اور ملک جو سیکولر راہ سے بھٹک چکا ہے، اسے پرانی پٹری پر واپس لائیں، اور کسی بھی حال میں فرقہ پرستوں کو کامیاب نہ ہونے دیں، مگر یہ کھیل اتنا آسان بھی نہیں ہے، دشوار ضروری ہے، لیکن ناممکن بھی نہیں ہے!

امارت شرعیہ کے بانی حضرت مولانا ابوالمحاسن سجادؒ کا ایک ہی پیغام تھا کہ ملکی حالات سے اپنے آپ کو الگ کرنا غلط ہے، اگر مسلمانوں میں اقتدار کو متاثر کرنے کی صلاحیت نہیں ہوگی تو اسلامی معاشرہ کی حفاظت بھی ممکن نہیں ہوگی اور نہ دینی اور اجتماعی تشخص برقرار رہ پائیگا؛ اسی لئے انہوں نے 1935ء میں مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کا قیام عمل میں لایا، سیاسی اجارہ داروں کے ہر قسم کی مخالفت ومزاحمت کے باوجود جب الیکشن کا نتیجہ سامنے آیا تو ماہرین سیاست انگشت بدنداں رہ گئے، اس پارٹی کو 80% فیصد کامیابی ملی، 23/ میں سے 20/ امیدوار کامیاب

ہوئے، بہار اسمبلی میں کانگریس کے بعد مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی سب سے بڑی پارٹی بن کر سامنے آئی، کانگریس اور گورنر کے مابین اختلاف کی وجہ سے بعض شرائط کی بنیاد پر کانگریس نے وزارت قبول کرنے سے انکار کر دیا تو گورنر کی دعوت پر مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی نے حکومت بنائی، جس کی حکومت 120 / دن تک چلی، پھر جب گورنر جنرل کے ساتھ گاندھی جی کا سمجھوتہ ہوگیا تو کانگریس ورکنگ کمیٹی نے وزارتوں کی تشکیل کی اجازت دی اور مسٹر یونس خان نے استعفادے دیا۔ مگر اس چار ماہ کی حکومت میں عوام اور خاص کر کسانوں کی بھلائی کیلئے انہوں نے جو کام کئے ہیں وہ تاریخ کے دفتر میں آج بھی محفوظ ہیں۔

مگر آزادی کے بعد یہ ممکن نہیں ہوسکا، اب تو اور زیادہ اس کا امکان نہیں لگ رہا ہے؛ مگر سیکولر ووٹوں کی تقسیم نہ ہو، مسلمانوں اور اقلیتوں کے حقوق کا مکمل تحفظ حاصل ہو، اور دیگر شہریوں کی طرح زندگی کے ہر شعبے میں انہیں بھی مناسب نمائندگی دی جائے؛ اس کے لئے ایک عظیم اتحاد کی ضرورت ہے، اس وقت ہندوستان کی سب سے بڑی جماعت جمعیۃ علماء ہند ہے، اس کے پاس ملکی، ریاستی، ضلعی، یہاں تک کہ بلاک سطح پر بھی کثیر تعداد میں افراد موجود ہیں، اس سلسلہ میں بہتر اور خاطر خواہ عملی کردار پیش کر سکتے ہیں۔

آخر کیا وجہ ہے؟ کہ ملک کی سب سے بڑی ریاست اتر پردیش جہاں 115 / اسمبلی حلقوں میں مسلمان فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں، مگر وہ بھی بکھراؤ کا شکار، صرف 25 سیٹ پر کامیابی، ایسا کیوں؟ اس پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے، ایسا نہیں ہے کہ دہلی کی جامع مسجد سے اعلان ہوجائے، یا کسی کی طرف بیان جاری ہوجائے اور مسلمان اتحاد کو ثبوت دیتے ہوئے کسی ایک کو ووٹ دے دیں، بالکل ہی ممکن نہیں ہے، بلکہ اس طرح دوسرے لوگ جاگ جاتے ہیں، صرف ایک ہی شکل ممکن ہے کہ بلا کسی شور وغل اور جلسے جلوس کے زمینی سطح پر کام کی شروعات ہو، اور حلقہ حلقہ بانٹ دیا جائے کہ کسی بھی حال میں ہمارا ووٹ انتشار کا شکار نہ ہو اس کے لئے تمام مسلم تنظیمیں آگے آئیں، ایک مضبوط اور متحدہ لائحہ عمل تیار کریں، بلا کسی مسلک و مکتبۂ فکر کلمہ واحدہ کی بنیاد پر اپنے صفوں میں اتحاد پیدا کریں، قوم وملت کے لئے خلوص کا مظاہرہ کریں، ان شاء اللہ تبدیلی آئے گی۔

حالات سے گھبرا جانا ایک مسلمان کی شان نہیں، ہاں مسائل، حالات اور پریشانیوں سے ہم سبق لیں، یہی ہمارا اسلام کہتا ہے، اور یہی ہمارے نبی ﷺ کی تعلیم ہے!

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

درس قرآن — العنکبوت - قسط ہشتم

آزمائشیں ایمان کی نشانی!

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ وبانی جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ

وَاِبۡرٰهِیۡمَ اِذۡقَالَ لِقَوۡمِهِ اعۡبُدُ وا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ ؕ ذٰلِكُمۡ خَیۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ○(العنکبوت: ۱۶)	اور ہم نے ابراہیم کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، اور یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو!

قوم نے جب ابراہیم علیہ السلام کو مجمع میں شرکت کی دعوت دی تو ستاروں کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''اِنِّیۡ سَقِیۡمٌ ''لوگوں نے انہیں معذور سمجھا، اور یقین اس لئے آ گیا چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو دیکھ کر ایسا کہا تھا۔ انہوں نے سمجھا کہ علوم نجوم کے رُو سے ابراہیم علیہ السلام ایسا فرمارہے ہیں۔ وہ لوگ نجوم پر اعتقاد رکھتے تھے۔ جب وہ لوگ شہر سے باہر ایک میلے میں گئے تب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بت خانے میں داخل ہوئے تو دیکھا ایک بڑا بت رکھا ہوا ہے اور اس کے دونوں جانب چھوٹے چھوٹے بت ہیں، اور ان کے سامنے کھانا رکھا ہوا ہے، تو ابراہیم علیہ السلام نے بطور استہزا اُن سے خطاب کیا: تم کھاتے کیوں نہیں؟ تم کو کیا ہوا کہ بولتے نہیں؟ جب کوئی جواب نہ ملا اور نہ ایسا ممکن تھا، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توڑ پھوڑ شروع کردی اور بڑے بت کے کاندھے پر تبر رکھ دیا اور سوائے ایک بت کے جو سب سے بڑا تھا، سب کو توڑ ڈالا اور کلہاڑا بڑے بت کی گردن پر رکھ دیا۔

مقصد یہ تھا کہ جب وہ لوٹیں اور اس منظر کو دیکھیں تو اُن سے پوچھیں کہ اِن چھوٹے بتوں کو کس نے توڑا؟ اور کہیں کہ تجھے کیا ہوا؟ تو صحیح وسالم ویسا ہی ہے! اور یہ کیا تیشہ ہے جو تیری گردن پر لٹکا ہوا ہے۔ اور یہ دیکھ کر خیال آئے کہ یہ بت کسی بھلائی اور برائی کا مالک نہیں ہے۔ یہ ایسے عاجز ہیں کہ اپنے ضرر کو بھی دفع نہیں کر سکتے، تو یہ کیسے معبود ہو سکتے ہیں، اور اپنے بتوں کی عاجزی، لاچاری اور ان کی ذلت وخواری کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔

جب جب قوم میلہ سے واپس آئی اور بت خانہ میں داخل ہوئی تو انہوں نے بت خانے میں اپنے

بتوں کا یہ حال دیکھا، تو بولے یہ گستاخی اور بے ادبی کی حرکت ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے کی، یقیناً جس نے یہ کام کیا وہ بڑا ظالم اور شریر ہے: ''قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝'' (الانبیآء: ۵۹) ''استغفر اللّٰہ'' یہ شاید ان لوگوں نے کہا ہوگا جن کے کان میں ''وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ'' کی آواز نہیں پہونچی تھی، اور یا جس کے کان میں آواز پہونچی تھی اور انہوں نے سُنی اَن سُنی کر دیا تھا۔ ''قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ ۝'' (الانبیآء: ۶۰) یہ کہنے والے وہ لوگ ہونگے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جملے سن چکے تھے۔ یعنی وہی ایک شخص ہے جو ہمارے معبودوں کا ذکر بُرائی سے کیا کرتا ہے، یقیناً یہ کام اُسی نے کیا ہوگا۔

جب یہ خبر نمرود کے ارکان دولت کو پہونچی تو بولے: ''قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝'' (الانبیآء: ۶۱) وہ لوگ بولے اس کو سب آدمیوں کے سامنے حاضر کرو، تا کہ وہ لوگ گواہ ہو جائیں۔ یعنی معاملہ کو سب لوگ دیکھ کر خود بخود اس کی باتیں سنکر گواہ رہیں، کہ جو سزا اُس کو قوم کی طرف سے دی جائیگی بے شک وہ اس کا مستحق تھا، یہ تو قوم کی غرض تھی۔ اور حضرت ابراہیم کا منشاء یہی تھا کہ مجمع میں اس پر گفتگو ہو، تا کہ ان لوگوں کی جہالت اور بے عقلی ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حاضر کئے گئے، قوم نے کہا: ''قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝'' (الانبیاء: ۶۲) ان لوگوں نے کہا: کیا ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے یہ حرکت کی ہے؟ اے ابراہیم! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ فرض کرلیا جائے کہ اس بڑے گرو گھنٹال نے جو صحیح سالم کھڑا ہے اور توڑنے کا آلہ اس کے پاس ہے، یہ کام کیا ہوگا، اسی سے پوچھ لو! شاید اِس بڑے کو اِس بات پر غصہ اور غیرت آئی ہو کہ تم اس بڑے کے ساتھ اس کے سامنے چھوٹوں کو کیوں پوجتے ہو؟ اس لئے اس نے توڑ دیا ہو، کیا جب اس بڑے بت کا معبود ہونا ممکن ہے، کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ کام بھی اُس نے ہی کیا ہو، اور اگر تمہیں یہ شبہ ہے کہ یہ کام میں نے کیا ہے تو سو تم اِن چھوٹے بتوں سے پوچھ لو! اگر یہ بول سکتے ہیں، یہ خود ہی بتلا دیں گے کہ یہ کام کس نے کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ جواب لاجواب سنکر سب خاموش رہ گئے، اور اپنی جہالت وحماقت پر متنبہ ہو کر شرمندہ ہوئے، آپس میں بولے: بے شک تم ہی ظالم ہو، تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ ایک عاجز کو اپنا معبود بنالیا۔ ابتداء میں مشرکین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ظالم بتایا تھا، جب ذرا ہوش آیا خود اپنے کو ظالم بتایا اور جبراً وقہراً حق

اُن کی زبان پر جاری ہو گیا اور سمجھ گئے کہ بتوں کی عبادت کرنا ظلم ہے اور ان کا توڑنا ظلم نہیں، پھر وہ ندامت سے سرنگوں ہو گئے، اور بولے: اے ابراہیم (علیہ السلام)! تو تو جانتا ہے یہ بولتے نہیں، پھر ہم ان سے کس طرح پوچھیں۔ گویا کہ اس طرح خود اپنی حیرت کا اقرار کرلیا۔ جب ابراہیم علیہ السلام کے اس جواب سے لاجواب ہو گئے تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اِس اقرار واعتراف کے بعد بھی تم اللہ کے سوا ایسی چیز کی پرستش کرتے ہو کہ تم اگر اس کی عبادت کرو تو تم کو نفع نہ پہونچا سکتے، اور اگر اس کی عبادت نہ کرو تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتے، ایسی بیکار چیزوں کی کیوں پرستش کرتے ہو؟ اُف ہے تم پر اور ان چیزوں پر جس کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو! کیا عقل نہیں رکھتے کہ ایسی عاجز اور لاچار چیز کو معبود بنانا صریح حماقت اور جہالت ہے، جو چیز توڑی اور پھوڑی جا سکتی ہے وہ معبود کیسے ہو سکتی ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی جہالت اور حماقت سے گھبرا کر ان کو تُف کیا، میں ایسے بے وقوفوں سے بَری اور بیزار ہوں کہ جو باوجود حق واضح ہو جانے اور عذر ختم ہو جانے کے بعد بھی اپنی جہالت پر جمے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس تقریر کا جواب نہ بن سکا تو آپس میں کہنے لگے کہ اس کو آگ میں جلا دو، اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر کچھ کر سکتے ہو۔ کیونکہ جب تک ابراہیم (علیہ السلام) زندہ رہیگا، برابر ہمارے معبودوں کو بُرا کہتا رہیگا اور ان کی بے حرمتی کرتا رہیگا۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام دوزخ کی آگ سے ڈراتے تھے، اس لئے نمرود نے رائے دی کہ اس شخص کو آگ میں ڈال کر جلا دیا جائے۔

''جب نمرود اور اس کی قوم نے ابراہیم علیہ السلام کے جلانے پر اتفاق کرلیا اور ایک ہولناک آگ کا سامان کر کے ابراہیم علیہ السلام کو اس آگ میں ڈالدیا، اس وقت ہم نے آگ کو حکم دیا: اے آگ! تو ٹھنڈک اور سلامتی ہو جا، ابراہیم علیہ السلام کو اس سے کوئی تکلیف نہ ہو'' چنانچہ ایسا ہی ہوا اور نمرود کا مقصد حاصل نہ ہو سکا، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مزید حقانیت ظاہر ہو گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر خدائے تعالیٰ ''بَرْدًا'' کے ساتھ ''سَلَامًا'' کا لفظ نہ فرماتے تو وہ آگ اِس قدر ٹھنڈک ہو جاتی کہ ابراہیم علیہ السلام اس کی بُرودت سے مرجاتے یا ٹھٹھر جاتے، اور ''عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ'' کا لفظ نہ فرماتے تو دنیا کی ساری آگیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔

یہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آس پاس کے علاوہ دوسری چیزوں کو جلاتی رہی بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

کو جن رسیوں میں باندھ کر آگ میں ڈالا گیا تھا اُن رسیوں کو بھی آگ نے جلا کر ختم کر دیا، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بدن مبارک تک کوئی آنچ نہیں آئی۔ (معارف القرآن: ۲۰۲/۶)

تاریخی روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس آگ میں سات روز رہے اور وہ فرمایا کرتے کہ مجھے عمر میں کبھی بھی ایسی راحت نہیں پہونچی جتنی اِن سات دنوں میں حاصل تھی۔ (تفسیر مظہری، بحوالہ معارف القرآن: ۲۰۲/۶)

کعب بن احبارؒ سے منقول ہے کہ آگ نے ابراہیم علیہ السلام کے صرف بند جلائے اور کوئی ایذا نہیں پہونچی۔ اللہ نے اپنی قدرت سے آگ کی روشنی باقی رکھی اور اُس کی حرارت کو برودت سے بدل دیا۔ جیسا کہ دوزخ کے منتظم فرشتوں کو دوزخ کی حرارت نہیں پہونچی۔ شتر مرغ لوہے کا ٹکڑا نگل جاتا ہے اور اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ سمندل ایک جانور ہے جو آگ میں رہتا ہے اور آگ ہی اُس کی زندگی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آگ کو اپنے خلیل کیلئے بردوسلام بنا دیا۔ (تفسیر کبیر: ۱۳۱/۶ بحوالہ معارف القرآن)

ابراہیم علیہ السلام کا بُرا چاہتے تھے لیکن خود ناکامی، ذلت اور خسارہ میں پڑ گئے، حق کی صداقت برملا ظاہر ہوئی، اور اللہ کا کلمہ بلند ہوا۔ نمرود کی ذلت اور اہانت کا یہ سامان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قوم پر ایک نہایت حقیر جانور مچھر کو مسلط کیا کہ نمرود کے دماغ میں ایک مچھر گھس گیا جو کسی تدبیر سے نہ نکل سکا، یہاں تک کہ نمرود اُسی میں ہلاک ہو گیا، اور مچھروں نے کافروں کے گوشت کھائے اور خون چوس لئے۔

قلم کاروں سے گذارش

- ❖ مضامین تحقیقی، باحوالہ، معیاری، مواد سے پُر، فل اسکیپ کاغذ دو صفحہ سے زائد نہ ہوں۔
- ❖ اپنے مضامین ممکن ہو تو کمپوز کے بعد تصحیح فرمالیں۔
- ❖ اگر کمپوزنگ کی سہولت نہ ہو تو صاف ستھری تحریر ہو۔

E-Mail:- nedaequasim@gmail.com

Address:- Monthly NIDA-E-QASIM

Nafees colony, Baripath, Mahendru, Patna-6

جاری کردہ: دفتر ماہنامہ ندائے قاسم نفیس کالونی، مہندرو، پٹنہ

درس حدیث

تسبیحات فاطمہ رضی اللہ عنہا

جناب مولانا محمد ناظم صاحب ناظم جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ، جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء بہار

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْكُوْا اِلَيْهِ مَاتَلقٰى فِي يَدِهَامِنَ الرَّحٰى وَبَلَغَهَااَنَّهٗ جَآءَهٗ رَفِيْقٌ فَلَمْ تُصَادِفْهُ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَلَمَّاجَآءَ اَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُؓ قَالَ فَجَآءَ نَا وَقَدْ اَخَذْنَامَضَاجِعَنَافَذَهَبْنَانَقُوْمُ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَافَجَآءَ فَقَعَدَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهَاحَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَقَدَمِهٖ عَلٰى بَطْنِيْ،فَقَالَ اَلَااَدُلُّكُمَاعَلٰى خَيْرٍ مِّمَّاسَأَلْتُمَااِذَا اَخَذْتُمَا مَضْجَعَكُمَا فَسَبِّحَاثَلٰثًاوَّثَلٰثِيْنَ وَحَمِدًا ثَلٰثًاوَّثَلٰثِيْنَ وَكَبِّرَا اَرْبَعًاوَّثَلٰثِيْنَ فَهُوَخَيْرٌ لَّكُمَامِنْ خَادِمٍ. (البخاری ومسلم)

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور چکی پینے کے نشان جو ان کے ہاتھوں میں تھے ان کو دکھا کر اپنی تکلیف ظاہر کرنے کا ارادہ کیا، اور وجہ یہ تھی کہ حضرت فاطمہؓ نے سنا تھا کہ آج کل آپ ﷺ کے پاس کچھ غلام آئے ہوئے ہیں، حضرت سیدہ فاطمہؓ جب آپ ﷺ کے دولت کدہ پر پہنچیں تو وہاں آپ ﷺ تشریف نہ رکھتے تھے، لہذا ملاقات نہ ہوسکی، اپنی معروض حضرت عائشہؓ سے کہہ آئیں، جب حضور اقدس ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے عرض کردیا کہ حضرت فاطمہؓ تشریف لائی تھیں، وہ ایسی ایسی بات کہہ گئی ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: کہ یہ بات سن کر آپ ﷺ رات کو ہمارے پاس تشریف لائے، اس وقت ہم سونے کیلئے لیٹ چکے تھے، اٹھنے لگے تو فرمایا: تم دونوں اپنی اپنی جگہ پر رہو، ہمارے قریب تشریف لائے اور میرے اور سید فاطمہؓ کے درمیان تشریف فرما ہوگئے، اور اتنے قریب مل کر بیٹھ گئے کہ مبارک قدم کی ٹھنڈک مجھے اپنے پیٹ پر محسوس ہوگئی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کیا میں تم دونوں کو اُس سے بہتر نہ بتادوں جو تم نے مجھ سے سوال کیا؟ تم ایسا کیا کرو کہ سونے کیلئے لیٹو تو ۳۳رمرتبہ ''سبحان اللّٰہ'' اور ۳۳رمرتبہ ''الحمدللّٰہ'' اور ۳۴رمرتبہ ''اللہ اکبر'' کہہ لیا کرو، یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔ (مشکوٰۃ شریف:۱۲۰۹)

تشریح: مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو اِس موقع پر (فرض) نماز کے بعد بھی یہ تسبیحات پڑھنے کو ارشاد فرمایا، فرض نماز کے بعد اور سوتے وقت ان تسبیحات کو پابندی سے پڑھنا چاہیئے۔ بزرگوں نے بتایا ہے اور تجربہ کیا گیا ہے کہ چونکہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خادم دینے کے بجائے سوتے وقت ان تسبیحات کے پڑھنے کو ارشاد فرمایا تھا، اس لئے سوتے وقت ان کے پڑھنے سے ایک طرح کی قوت حاصل ہوتی ہے اور دن بھر کی تھکن، محنت اور کام کاج کی دُکھن دُور ہو جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب سے میں نے یہ وظیفہ حضور اقدس ﷺ سے سنا کبھی اس کو ترک نہیں کی، البتہ جنگ صفین (صفین ایک جگہ کا نام ہے وہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ ہوئی تھی، اسی لئے اسے ''جنگ صفین'' کہتے ہیں، یہ بڑے معرکہ کی جنگ تھی) کے موقع پر بھول گیا تھا، پھر آخر رات میں یاد آیا تو ان کلمات کو پڑھ لیا۔ (ابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر شروع رات میں سوتے وقت پڑھنے سے یہ تسبیحات رہ جائیں تو بعد میں بھی موقع لگے رات کو کسی بھی وقت پڑھ لی جائیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں:

اس حدیث میں اِس بات کا ذکر ہے کہ حضرت سید فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں پر چکی پینے کے نشانات دکھا کر غلام یا باندی حاصل کرنے کیلئے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئی تھیں، دوسری روایات میں ہے کہ سید فاطمہ رضی اللہ عنہا صرف چکی ہی نہیں پیستی تھیں، بلکہ پانی کا مشکیزہ بھی بھر کر لاتی تھیں، جس کے نشانات ان کے سینے میں پڑ گئے تھے، اور اپنے گھر میں جھاڑو بھی خود ہی دیتی تھیں، جس سے کپڑوں کا رنگ دھوئیں کے اثر سے سیاہی مائل ہو جاتا تھا (ابوداوٗد) جب حضور اقدس ﷺ سے اپنی محنت ومشقت اور تکلیف کی شکایت کر کے غلام یا باندی کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ان کو نہ باندی عطا فرمائی نہ غلام دیا، بلکہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ جو غلام باندی آئے تھے وہ تم سے پہلے شہداءِ بدر کے یتیم بچے لے گئے۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی وفاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: خدا کی قسم ایسا نہ کروں گا کہ یہ غلام باندی تم کو دے دوں، اور اصحاب صفہ (وہ حضرات تھے جو دین متین کیلئے ہجرت کر کے

مدینہ منورہ آکر پڑ گئے تھے نہ ان کا کاروبار تھا نہ گھر بار تھا، بھوک و پیاس کو غذا بنا کر درسگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے طالب علم بن کر رہتے تھے اور ذکر وتعلیم ان کا مشغلہ تھا، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر ایک صفہ (چبوترہ) سائبان ڈال کر ان حضرات کی اقامت کیلئے بنا دیا گیا تھا، اس لئے ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے) کو چھوڑ دوں، جن کے پیٹ بھوک سے پیچ وتاب کھا رہے ہیں، ان کی قیمت اصحاب صفہ پر خرچ کرونگا، پھر ان کے پاس رات کو تشریف لے گئے، اس وقت دونوں ایک ایسی چھوٹی چادر میں لپٹے ہوئے تھے کہ سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے، اور پاؤں ڈھانکتے تو سر کھل جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر دونوں اٹھنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اپنی جگہ رہو اور فرمایا: کیا تمہیں اس چیز سے بہتر نہ بتادوں جو تم نے سوال کیا ہے؟ عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد اور سوتے وقت مذکورہ تسبیحات پڑھنے کو بتائی۔ (الاصابہ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو اپنی صاحبزادی کو ایک غلام یا باندی عنایت فرما دیتے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کا احساس فرمایا، اور آپ کی خداداد رحمت ورافت نے اسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آمادہ کیا کہ صفہ میں رہنے والے میری بیٹی سے زیادہ ضرورت مند ہیں، کسی نہ کسی طرح دُکھ تکلیف سے محنت ومشقت کرتے ہوئے صاحبزادی کی زندگی گذر رہی ہے مگر صفہ والے تو بہت ہی بدحال ہیں، جن کو فاقوں پر فاقے گذر جاتے ہیں، ان کی رعایت مقدم ہے اور صاحبزادی کو ایسا عمل بتایا جو آخرت میں بے انتہا اجر وثواب کا ذریعہ بنے، دنیا کی فنا ہونے والی تکلیف آخرت کے بے انتہا انعامات کے مقابلہ میں بہت ہی بے حقیقی ہے، اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنے شوہر کا کام انجام دیتی رہو، اور اپنے رب کا فریضہ ادا کرتی رہو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا: ''میں اللہ (کی تقدیر) اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کی تجویز) پر راضی ہوں۔'' شاید ڈرنے کو اس لئے فرمایا کہ دنیاوی آرام وراحت کا سامان طلب کرنا ان کے بلند مرتبہ کے خلاف تھا۔ واللہ اعلم

❍❖❍

مقالات ومضامین

موجودہ حالات کا صبر واستقامت اور حکمت عملی سے مقابلہ کریں!

حضرت مولانا اسرارالحق قاسمی، ممبر پارلیمنٹ وصدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن دہلی

اس وقت مسلمانوں کو سب سے زیادہ جس چیلنج کا سامنا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے مذہبی اور ملی تشخص کو مٹانے کیلئے تاریخی کرداروں کو بگاڑ کر پیش کرتے ہوئے ان کو تشدد پسند ملت قرار دیا جارہا ہے، جس کے نتیجہ میں پورے ملک کے اندر شکوہ وشکایت، خودغرضیوں اور فرقہ وارانہ ٹکراؤ کا ماحول بن گیا ہے، اس سنگین صورت حال کو دور کرنے کے تعلق سے ہم کو سنجیدہ اور تعمیری انداز اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ صرف حق تلفی کرنے والے کے خلاف آواز اٹھانے سے مسئلہ کم حل ہوتا ہے، آواز اٹھانا غلط نہیں ہے، البتہ اس سے زیادہ ٹھوس عملی کوششوں کی ضرورت ہے۔ اس کیلئے ہم کو تعلیم کی سرکاری سہولتوں کے ساتھ تعلیم کے نجی ذرائع اور وسائلِ ابلاغ کو مؤثر ڈھنگ سے اختیار کرنے کے ساتھ ادبی وثقافتی سیمیناروں، سماجی اجتماعات اور اخلاقی ملاقاتوں اور گفتگو کے دیگر ذرائع سے بھی کام لینا چاہئے۔ اس سے کم ازکم معاندانہ مقصد نہ رکھنے والے ذہنوں کی غلط فہمیاں دور کی جاسکتی ہیں۔ کوئی بھی قوم ہو اس میں معتدل سوچ رکھنے والوں کی ہی اکثریت ہوتی ہے، ہندوستان کی سطح تک تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں شدت پسندوں کی تعداد نہایت کم ہے، ان کو اصل صورت حال سے نہ صرف واقف کرایا جاسکتا ہے بلکہ ہم نوا بھی بنایا جاسکتا ہے۔ مذکورہ بالا تدابیر کے پہلو کو اختیار کرنے کے ساتھ رضائے الٰہی کے حصول کے پہلو کی طرف سے بھی بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کیلئے سب سے اہم چیز یہ ہے کہ ہم اپنی سماجی اور انفرادی زندگی کو اسلام کی درست تعلیمات کی روشنی میں ڈھالنے اور برتنے کی کوشش کریں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک شاندار ماضی ہے۔ ان کے ہزار سالہ انسانی اور وطنی خدمات کے نقوش یہاں کی در ودیوار پر کندہ ہیں۔ ہندوستانی ثقافت کو زینت بخشنے، ہندوستان کی سائنسی، فلسفیانہ اور ادبی روایات کو تحفظ فراہم کرنے نیز آرٹ، دستکاری اور فن تعمیرات کے نشو ونما میں مسلمانوں نے تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ ملک کی طویل تحریک آزادی میں شروع سے اخیر تک مسلمانوں کا زبردست مجاہدانہ وقائدانہ رول رہا اور بے مثال جانی ومالی قربانیاں دے کر انھوں نے حب الوطنی کی ایک سنہری تاریخ رقم کی ہے۔

آج اگر چہ مسلم مجاہدین آزادی کو بھلا دینے کا رجحان عام ہوگیا ہے، مگر اس حقیقت سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں ہے کہ 1757ء اور 1799ء میں برطانوی سامراجیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان نے اپنی لاشوں کی دیواروں سے روکنے کی کوشش کی تھی اور 1857ء کی جنگ آزادی کی قیادت بہادر شاہ ظفر نے کی تھی۔ مسلمانوں میں بجا طور پر یہ احساس عام ہے کہ ہم یہاں پیدا ہوئے، یہاں ہیں اور یہیں رہیں گے۔ ہم یہاں کی قومیت، یہاں کی ثقافت اور یہاں کے تمدن میں اس طرح پیوست ہیں کہ ہم کو جدا نہیں کیا جاسکتا، اس ملک میں ہم کرایہ دار نہیں بلکہ ہماری حیثیت مالکانہ ہے، برادرانِ وطن کے ساتھ ہمارا بھی اس وطن پر برابر کا حق ہے اور اس کی تعمیر و ترقی کی ذمہ داری ہم سب کی ہے۔ ہندوستان میں مسلم دور کے آغاز 713ء سے لیکر 1741ء تک یعنی مغلیہ سلطنت کے طاقت ور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ (وفات: 1707ء) کے جانشین کے عہد تک ہندوستان میں کبھی مذہب کے نام پر فساد یا ہندو مسلم کے نام پر تصادم نہیں ہوا۔ ملک میں ہندو اور مسلمان دونوں ساتھ رہتے تھے اور دونوں ایک دوسرے کے دکھ درد خوشی و غمی میں برابر کے شریک تھے، دونوں میں سے کسی بھی طبقے کو دوسرے سے کوئی خوف اور گھبراہٹ نہیں ہوتی تھی، بلکہ بھائیوں کی طرح رہتے تھے، مگر پھر انگریزوں کی آمد کے بعد ان کی شاطرانہ چالوں کی بدولت دونوں فرقوں کے مابین نفرت کی بیج بونے کا سلسلہ شروع ہوا اور مذہب کی بنیاد پر پہلا ہندو مسلم فساد 1741ء میں مرشد آباد، بنگال میں پھوٹ پڑا۔ انگریز گورنر لارڈ کلائیو کی ایما پر اس کے ایک منشی (سکریٹری) نے مرشد آباد میں مسلمانوں کے داڑھی رکھنے پر پابندی عائد کردی۔ ڈاڑھی رکھنے پر جرمانے اور ٹیکس لگائے جانے سے مسلمان بھڑک اٹھے، ہندو منشی اور اس کے کارندوں سے جا بھڑے۔ اس تصادم کو لارڈ کلائیو نے بڑی چالاکی سے ہندو مسلم فساد قرار دے دیا۔

اس طرح ایسٹ انڈیا کمپنی نے لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی اختیار کی اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین نفرت و عداوت کے شرمناک دور کا آغاز ہوگیا۔ یہ سلسلہ بڑھتا گیا، یہاں تک کہ ہندوؤں کی شدت پسند جماعت نے آر ایس ایس اور ہندو مہاسبھا کی شکل میں تنظیمی شکلیں اختیار کر لی، جبکہ دوسری طرف مسلم نوابوں، جاگیرداروں کی ٹولی نے مسلم لیگ کے نام سے ایک پارٹی تشکیل دی، جس پر مسلم نوازی کا ملمع چڑھا دیا گیا، اس کے بعد پورے ملک میں ہندو مسلم تفریق، نفرت و عداوت کا ایک لمبا سلسلہ چل پڑا۔ حتی کہ

اسی کے نتیجے میں 1947ء میں ہندوستان کی آزادی کے ساتھ اس کی تقسیم بھی عمل میں آ گئی، اس تقسیم کے ذمہ دار مسلم مفاد پرست سیاست دانوں کے ساتھ ہندوؤں کے کئی قومی لیڈران بھی تھے، مگر ردعمل میں مسلمانانِ ہند کو بے اعتباری، بے یقینی اور عداوت ومخاصمت کی فضا کا سامنا کرنا پڑا۔ زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے صرف مسلمانوں کو تقسیمِ ہند کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ یہاں تک کہ مسلمانان ہند کے تئیں ہمدردی کا اظہار کرنے والے گاندھی جی کو ایک ایسے ہندو کے ہاتھوں مار دیا گیا جو تشدد کا نمائندہ تھا۔ ہندوستان کو آج بھی اپنے سیکولر فضا پر حملے کا سامنا ہے۔ بابری مسجد کے انہدام کے بعد ایک ایڈیٹر نے بجا طور پر یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ گاندھی جی کو 30رجنوری کو گولی ماری گئی تھی۔ لیکن ان کی موت 6ردسمبر کو بابری مسجد کے انہدام کے دن ہوئی۔ پھر 2002ء میں گاندھی جی کو دوبارہ انہی کی ریاست گجرات میں قتل کیا گیا، جہاں اس وقت کے ریاست کے وزیراعلیٰ نریندر مودی نے سیکڑوں مسلمانوں کو قتل ہوتے دیکھا اور ان میں سے ہزاروں کو شہروں اور قریوں سے اجڑتے دیکھا۔ الغرض آزادی کے بعد سے اب تک مسلسل مسلمانوں کو ذہنی، معاشی ونفسیاتی طور پر دبانے اور انہیں کمزور کرنے کے حربے اختیار کیے گئے، مگر اس کے باوجود مسلمانوں نے ہندوستان میں ہی رہنے کو فوقیت دی اور اپنے وطن کی مٹی کی خوشبو کو اپنے سے جدا کرنا پسند نہیں کیا۔ تقسیم کے بعد کے برسوں میں انتہائی صبر آزما ماحول اور خوفناک چنوتیوں کے باوجود مسلمانوں نے نہ تو مایوسی اور ناامیدی کے آگے سپر ڈالا اور نہ ہی انھوں نے تشدد اور دہشت گردی کی راہ اپنائی۔ رفتہ رفتہ انھوں نے خود اعتمادی کی متاع گم گشتہ ڈھونڈھ لی اور ملک کے باوقار اور برابر کے شہری کی حیثیت جینے کا عزم مصمم کرلیا۔ مسلمان اس ملک سے سچی محبت کرتے ہیں اور وہ اس ملک کو فرقہ واریت اور فسطائیت کے راستہ پر کبھی نہیں دیکھ سکتے۔

اِس وقت اگرچہ بعض اسباب کی بنا پر ملکی سیاست میں فرقہ پرستانہ سوچ رکھنے والی قوتوں کا غلبہ ہے اور ان کا دائرہ پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لیتا جارہا ہے، مگر مسلمانوں کو اس سے گھبرانے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے اسی ملک میں رہتے ہوئے ماضی میں بھی ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کیا ہے اور کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ خود اس ملک کی سیکولر طاقتیں موجودہ حکومت اور فرقہ پرستانہ سیاسی نظریے کی سخت مخالف ہیں اور ملک کے انصاف پسند، جمہوریت میں یقین رکھنے والے ہندو بھی اس قسم کی سیاست کو زیادہ دن تک جھیل نہیں سکتے، جسے مودی اوران کی پارٹی کے لیڈران ملک بھر میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ بقیہ صفحہ 20ر پر ملاحظہ ہو!

غیر مسلموں کے گناہوں کی پردہ داری کیوں؟

عادل فراز

سیکولر اور جمہوری ملک ہندوستان میں غیر سیکولر طاقتیں جن کا جمہوری نظام میں یقین نہیں ہے دہشت گردی کو فروغ دے رہی ہیں۔ یہ طاقتیں راشٹر واد، ذات پات اور مذہب کے نام پر دہشت پھیلانے میں مصروف ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ملک کا قانون بھی ایسی نان سیکولر و فرقہ پرست طاقتوں کا آلہ کار بن گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصل مجرموں کی حقیقت کا علم ہوتے ہوئے بھی ان کی جگہ بے گناہوں کو فرضی مقدمات میں پھنسا کر جیلوں میں ٹھونس دیا جاتا ہے۔ چونکہ ان طاقتوں کے خلاف بولنے کی جرآت نہ تو قانون چلانے والوں میں ہے اور نہ قانون بنانے والوں میں، لہذا وہ بے خوف ملک میں بدامنی اور دہشت کو فروغ دے رہی ہیں۔ اگر ان طاقتوں کا سر ان کے جنم لینے کے ساتھ ہی کچل دیا جاتا تو آج یہ لوگ قانون اور پولس کے گلے کی ہڈی نہ بنتے مگر راشٹر واد اور مذہب کی سیاست نے ان طاقتوں کو میدان میں وحشی سانڈ کی طرح کھلا چھوڑ دیا ہے اور وہ بغیر کسی خوف کے انسانیت کا قتل عام کر کے سر عام قانون کو ٹھینگا دکھا رہی ہیں۔ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی ان طاقتوں کے خلاف کسی میں دم مارنے کی ہمت پیدا نہیں ہوتی یہ تشویش ناک صورتحال ہے۔ پولس اور سیاستدان اپنی جھینپ مٹانے اور ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کیلئے بے گناہ مسلمانوں کو فرضی مقدموں میں گرفتار کرتے ہیں یا فرضی انکاؤنٹر میں مار دیا جاتا ہے۔

لیکن اگر یرقانی وزعفرانی تنظیموں کے کارکنان دہشت گردی میں ملوث پائے جاتے ہیں تو پولس، سرکار اور ہمارا اپیڈ میڈیا راشٹر واد اور مذہب کے نام پر ان کے ناموں کو ہی چھپانے کی تگ ودو میں لگ جاتا ہے اور اگر کوئی مسلمان پولس کی زیادتیوں اور سرکار کی وعدہ خلافیوں سے تنگ آ کر ان کے خلاف نعرہ بازی کرتا ہے تو اس پر دیش دروہی کا مقدمہ تھوپ دیا جاتا ہے یا پھر پولس اور سرکار کی منہ چڑھی تنظیمیں ان نوجوانوں کا اس طرح اغوا کرتی ہیں کہ پھر چاہتے ہوئے بھی پولس اور حکومت اپنی پوری طاقت صرف کرنے کے باوجود ان نوجوانون کا پتہ لگانے میں ناکام نظر آتی ہیں۔ اگر بے گناہ مسلم نوجوانوں کی گرفتاری اور فرضی انکاؤنٹر کا یہ سلسلہ نہ تھما اور پولس وقانون جانبداری ومتعصّبانہ سیاست سے باز نہ آئے تو یہ ملک کی سالمیت اور مستقبل کیلئے

خطرناک ثابت ہوگا۔

پولس کے ذریعہ گرفتار کئے گئے بے گناہ مسلم نوجوان مسلسل عدالتی کاروائی کے بعد رہا ہورہے ہیں مگر زعفرانی وبرقانی تنظیموں کے کارکنان جو پاکستان کے لئے جاسوسی کرتے ہوئے گرفتار ہوئے ہیں یا بم دھاکوں میں ملوث پائے گئے ہیں ان پر اطمینان بخش کاروائی ہوتی نظر نہیں آتی۔بعید نہیں کہ انہیں بھی راشٹرواد کی دہائی دیکر رہا کرالیا جائے اور جن تلخ حقائق سے وہ پردہ اٹھائیں گے، ناممکن ہے ملک کی عوام کے سامنے پیش کئے جائیں۔کیونکہ اس طرح پچھلے ستر اسّی سالوں میں مسلمانوں کے خلاف جو ماحول تیار کیا گیا ہے، اسکی پوری منصوبہ بندی کی حقیقت بھی عوام کے سامنے واضح ہوجائے گی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن بے گناہوں کی زندگی پولس نے برباد کردی ان پر کاروائی کیوں نہیں ہوتی؟ اگر یہ کہا جائے کہ رہا ہونے والے یا انکے اہل خاندان عدالت میں ہتک عزت کا مقدمہ کیوں دائر نہیں کرتے تو اس ''کیوں'' کا جوب بہت آسان ہے۔رہا ہونے والے نوجوان اندر سے اس قدر ٹوٹ چکے ہوتے ہیں کہ ان میں ہتک عزت کا مقدمہ کرنے کی جرآت نہیں ہوتی یا پھر وہ پولس کے مظالم وزیادتیوں کے بارے میں سوچ کر چاہتے ہوئے بھی ان پر مقدمہ نہیں کرپاتے یا پھر انکی غربت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اپنی بربادی کے ذمہ داروں کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرسکیں۔جمہوری نظام میں کتنا بہتر ہوتا اگر بے گناہوں کی رہائی کے بعد ہماری حکومتیں متعصب اور لاپرواہ پولس والوں پر بے گناہ نوجوانوں اور انصاف کیلئے ترس رہے متاثرین کی طرف سے مقدمہ دائر کرتیں مگر وہ حکومتیں جو راشٹرواد اور مذہب کے نام پر ایسی طاقتوں کی سرپرستی کرتی رہی ہیں وہ انکے خلاف کیسے جاسکتی ہیں۔یہ مسئلہ فقط بی جے پی کا نہیں ہے بلکہ کانگریس اور دیگر علاقائی جماعتیں بھی بی جے پی کی طرح راشٹرواد اور مذہبی جنونیت وفرقہ پرستی کو بڑھاوا دیتی رہی ہیں۔

آج تک کسی بھی سیاسی جماعت نے بے گناہ مسلم نوجوانوں کیلئے قابل ذکر اقدامات نہیں کئے صرف ووٹ وصول کئے ہیں۔ان سب مسائل کے باوجود اگر مسلمانوں میں کچھ جوان متشددانہ سوچ رکھتے ہیں تو اسکی ساری ذمہ داری سرکار اور قانون پر عائد ہوتی ہے۔سرکاریں مسلمانوں کا اعتماد جیتنے میں ناکام رہی ہیں اور قانون انہیں تحفظ فراہم کرنے کے بجائے فرقہ پرست طاقتوں کا آلہ کار بن کررہ گیا ہے۔ایسے حالات میں سرکاروں پر عدم اعتماد اور قانون کی بیچارگی کے خلاف مسلم نوجوانوں میں اگر غصہ پایا جاتا ہے تو یہ ان کا جرم نہیں ہے۔

سرکاروں اور قانون کے محافظوں کو اس تشویش ناک صورتحال پر از سرنو غور کرنا ہوگا۔ کیونکہ دہشت گردانہ واقعات کے متاثرین بھی محرومی و ناانصافی کا شکار ہوکر مسلمانوں کے تئیں متشدد ہوتے جارہے ہیں۔ کیا سرکاروں اور قانون کے محافظین کو اس حقیقت کا اعتراف نہیں ہے کہ اب ان پر عوام کا اعتبار نہیں رہا۔ کیونکہ اگر پولس مستعد ہوتی اور لاپرواہی نہ برتتی تو اکثر دہشت گردانہ واقعات کے اصل مجرم سلاخوں کے پیچھے ہوتے۔ بے گناہوں کی فرضی گرفتاریاں نہ ہوتیں اور بم دھماکوں میں مرنے والوں کے پسماندگان کو بھی انصاف ملتا۔ اس طرح قانون کی بالادستی قائم رہتی اور عوام کا اعتبار بھی مجروح نہ ہوتا۔ مگر عدالت کے فیصلہ کے بعد بھی دہشت گردی کا شکار ہونے والوں کے پسماندگان بے گناہ مسلم نوجوانوں کی رہائی پر ناخوش نظر آئے۔ انکا جارحانہ رویہ بتارہا تھا کہ اگر انکا بس چلے تو وہ رہا ہونے والے جوانوں کو عدالت کے باہر ہی سزا دیدیں۔ انہیں اس حقیقت کی قطعی پرواہ نہیں ہوتی کہ فرضی مقدموں میں گرفتار کئے گئے ان جوانوں کا مستقبل پوری طرح تباہ ہو چکا ہے اگر وہ واقعی مجرم ہوتے ہیں تو پولس انکے خلاف اپنی پوری طاقت صرف کرنے کے باوجود بھی کوئی ثبوت عدالت میں پیش کرنے میں کیوں ناکام رہتی ہے۔ متاثرین ہر حال میں گرفتار مسلم جوانوں کو پھانسی کے تختہ پر جھولتا دیکھنا چاہتے ہیں اور بس!

یہ ذہنیت پولس کی لاپرواہی، تعصب اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی منصوبہ بند کوششوں کی پیداوار ہے۔ انہیں صرف یہ بار آور کرایا گیا ہے کہ دنیا میں کہیں بھی بم دھماکہ ہو یا دہشت گردانہ واقعات رونما ہوتے ہیں ان کی ذمہ داری صرف مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے۔ اگر قانون اور سرکاریں غیر مسلموں کے گناہوں پر پردہ ڈالنا بند کردیں تو یہ ذہنیت خود بخود بدل جائے گی۔ مگر کیا ایسا ممکن ہے؟ ❍❖❍

<u>بقیہ: موجودہ حالات کا صبر واستقامت اور حکمت عملی سے مقابلہ کریں!</u>

اس موقع پر ہمارے لئے کرنے کے کام یہ ہے کہ اپنا محاسبہ کریں، اعمال وکردار کا جائزہ لیں اور اسے درست کرنے کی فکر کریں۔ مسلمانوں کا اجتماعی سیاسی شعور اس وقت خاص طور سے بحث ومباحثہ کا موضوع بنا ہوا ہے، جس کے کئی معقول اسباب بھی ہیں۔ حالیہ انتخابات بطور خاص یوپی کے الیکشن میں جہاں مودی اور ان کے لوگوں نے مختلف عنوانوں سے تمام ہندوؤں کو متحد کردیا، وہیں مسلمان کوئی فیصلہ ہی نہ کرسکے اور مختلف سیاسی جماعتوں کی حمایت میں بٹ گئے۔ جس کے نتیجہ میں بیس فیصد ووٹ مکمل طور پر اپنی اہمیت ثابت کرنے میں قطعاً ناکام رہا۔ ملی سطح پر مسلمانوں کے سیاسی شعور کا بلند اور بیدار ہونا نہایت ضروری ہے اور ہمیں موجودہ حالات کا صبر واستقامت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے اس کیلئے بھی منظّم منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔

صحافت جو تجارت بن گئی

راحت علی صدیقی قاسمی

آج صحافت کا عالم انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔ قارئین کی تعداد میں اضافہ کرنے کیلئے اوچھی حرکتیں کی جاتی ہیں، غیر موزوں مواد شائع کیا جاتا ہے، حق وصداقت کا پرچم سرنگوں کر دیا جاتا ہے، اپنی منشاء کے مطابق خبروں کو ڈھال دیا جاتا ہے، چند اخبارات نے اس رویہ کو اپنے لئے آب حیات سمجھ رکھا ہے، وہ اس طریقہ کار کو کامیابی کی کلید اور طریقہ کا زینہ سمجھ رہے ہیں اور اس طرز و انداز ہی کو صحافت گردان رہے ہیں، ان کے ذہن و خیال میں یہ بات گھر کر گئی ہے کہ اس دائرہ کو پھلانگ کر ترقی کا منھ نہیں دیکھا جا سکتا گو کہ یہ لکشمن ریکھا ہے جس کے باہر پاؤں پسارنا ہلاکت کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے اور وہ اس مضبوط خول کو توڑ نہیں پا رہے ہیں۔

چنانچہ مخصوص ذہنیت کے ساتھ اسی روایت پر عمل پیرا ہیں، جمہوریت کا خون بہے تو بہے، لوگوں کے جذبات مجروح ہوں سو ہوں، ماحول متاثر ہوتو ہو، کسی کی دل آزاری ہوتو ہو، انہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، چونکہ ان کی نگاہ میں صحافت محض ایک تجارت ہے، جس میں قارئین کی کثرت ہی پر بنیادیں ٹکی ہوئی ہیں، قارئین نہیں ہوں گے ٹی آر پی نہیں ہوگی تو مشکلات ومصائب کا سامنا ہوگا، آرائش وآسائش میسر نہیں آئے گی، عیش وعشرت کی زندگی دستاب نہیں ہوگی، وہ کیوں حق وصداقت کی آواز بلند کریں، وہ کیوں عدل وانصاف کی باتیں کریں، کیوں حقائق سے لوگوں کے دلوں کو چھلنی کریں، دنیا کا ہر تاجر اپنے گاہکوں کی منشاء ان کی آرزو کا خیال کرتا ہے، ان کی خواہشات کی تکمیل کو باعث فخر سمجھتا ہے، وہ اس فارمولے پر عمل پیرا کیوں نہ ہوں؟ ان خیالات نے اس جرم کی قباحت بھی ان کے ذہنوں سے نکال دی، وہ بھول بیٹھے ہیں کہ صحافت تجارت نہیں ہے، خدمت ہے، اس میں خبروں کا بازار لگا کر عوام سے قیمت وصول نہیں کی جاتی، جھوٹے اعداد وشمار پیش کر کے عوام کو بیوقوف نہیں بنایا جاتا، مذہبی منافرت پھیلا کر حلقہ کو وسعت نہیں دی جاتی، بلکہ سوئی ہوئی قوم کو بیدار کیا جاتا ہے، ان کے حوصلوں کو مہمیز کیا جاتا ہے، انہیں وقت کی نزاکت حالات کی ستم ظریفی سے واقف کرایا جاتا ہے، زمانہ کس محور پر گردش کر رہا انہیں اس سے باخبر کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے

اور جمہوریت کی خاطر ہر مشکل برداشت کر لی جاتی ہے، ملک کی حفاظت میں ہر قیمت دیدی جاتی، جان مال عزت وآبرو ہر شئے کو قربان کر دیا جاتا ہے، مگر اپنے ملک کا وقار داؤ پر لگانا، اس کی عزت وناموس سے کھلواڑ کرنا، یہ خیال بھی کسی صحافی کے ذہن میں پیدا نہیں ہوتا، تاریخ ہمیں صحافت کا یہی روپ دکھاتی ہے، ہم جب ماضی کے کوچوں میں قدم رکھتے ہیں، تو احساس ہوتا ہے، کہ صحافت شخصی نظام میں بھی آزاد تھی دور غلامی میں بھی اس نے اپنے پاوں میں بیڑی نہیں پہنی، مصلحتیں، حکمتیں، خوف و ہراس کبھی اس پر غالب نہیں آیا، افسروں کے خلاف خبریں منظر عام پر لائی گئیں، اگر یقین نہ آئے تو دہلی کے اردو اخبار کی تاریخ پڑھ لیجئے، اس کی قدیم کا پیاں دیکھ لیجئے، آپ کو صحافت کے معنی اور اس کا مفہوم سمجھ میں آجائے گا، اس کا فرض منصبی سمجھ میں آجائے گا اس کی ذمہ داریوں کا احساس ہوجائے گا اور معلوم ہوگا کہ صحافی ایک سپاہی ہے، جس کا قلم تلوار سے زیادہ تیز ہے، جھوٹ، ظلم، برائی کی ایسے بیخ کنی کرتا ہے، جیسے سپاہی میدان کارزار میں مدمقابل کی اور زیر کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا، جان دینا تو ارزاں سمجھتا ہے، مگر اپنے مقصد ومنصب اور اپنے فن سے دھوکہ بازی کو روا نہیں سمجھتا۔ محمد باقر علی نے اپنی جان دے دی تھی مگر صحافت کی آبرو پر حرف نہیں آنے دیا تھا، ابوالکلام آزاد نے جیل کی صعوبت کو برداشت کر لیا تھا مگر تاریخ صحافت پر سیاہی کا نقطہ بھی گوارا نہیں کیا محمد علی جوہر نے سلاخوں کے پیچھے رہنا منظور کیا مگر صحافت کی آبرو نیلام نہیں ہونے دی۔ صحافت کی تاریخ دیکھیے چھاپہ خانہ ضبط کئے گئے، قلم چھین لئے گئے پابندیاں عائد کر دی گئیں، سختیاں جھیلنا پڑیں، گرفتاریاں ہوئیں، مگر حق وصداقت کی آواز بلند کرنے میں، قوم کے مقدر کا ستارہ روشن کرنے میں ہے، حکومت کی جوتیاں چاٹنے میں نہیں، چاپلوسی کے جرم میں نہیں، کسی خاص سیاسی جماعت کی الفت میں نہیں، یہ فرق ہے، ابوالکلام آزاد اور شیکھر تر پاٹھی میں، ایک جمہوریت کے قیام اور ملک کی آزادی کے لئے ہتھکڑی پہنتا ہے، تو دوسرا جمہوریت پر شب خون مارنے کے جرم میں ہتھکڑی پہنتا ہے، ایک کا مطمح نظر آزادی ہے، تو دوسرے کا مقصد جماعت خاص کی غلامی، قانون صحافی کل بھی توڑتے تھے، بغاوتِ قلم کل بھی کرتے تھے مگر وہ ملک اور عوام کے ظلم وکرب کا نتیجہ تھا اور آج ہم سب نے دیکھا دینک جاگرن کے آن لائن ایڈیٹر نے صحافت کی روح کو زخمی کیا، ایک خاص سیاسی جماعت کے حق میں ماحول بنانے کی کوشش کی اور پھر یہ خبریں بھی گردش کرتی نظر آئیں کہ یہ اشتہار تھا، گویا کہ یہ مذموم حرکت روپیوں کی طمع میں کی گئی تھی، گردن شرم سے خم ہوجاتی ہے،

وجود زمین میں گڑا ہوا محسوس ہوتا ہے، جب اس طرح کے واقعات منصۂ شہود پر آتے ہیں اور آج یہ چلن عام ہوتا جارہا ہے، ایک ٹی وی چینل نے جے این یو معاملہ میں کچھ اسی طرح کا کردار ادا کیا، نوٹ بندی کے ابتدائی ایام میں یہی صورت حال نگاہوں کو خیرہ کرتی رہی۔ آج پھر صحافت ایک شخص کو سامنے رکھ کر اسی انداز کا کھیل کھیل رہی ہے، مذہبی جذبات کا سہارا لے کر اپنے بزنس کو ترقی دینے کی کوشش کر رہا ہے، جے این یو میں ہوا نقصان اتنی جلد اس کے ذہن سے محو ہو گیا، اس وقت صفائیاں دی جاتی تھی، خود کو بے داغ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی تھی، وہ یاد رکھیں ماضی میں ''ہند درپن'' نامی سماچار نے اس طرح کی اوچھی حرکت کی تھی اور ہندو مت کے رہنماؤں پر طعن تشنیع کر کے اور پھبتیاں کس کر اپنی روٹی سیکنی چاہی تھی، مگر چند دنوں بعد ہی اس کا سورج غروب ہو گیا، اس سے بھی صحافی اور ان سے متعلق دیگر ادارے سبق حاصل کریں، تاریخ اپنے کو بار ہا دوہراتی ہے، جذبات سے کھیل کر مستقل کی کامیابی حاصل نہیں کی جاتی، ریت کے محل دیر تک آندھیوں کی تاب نہیں لاتے، کاغذ کی ناؤ پانی پر دیر تک نہیں تیرتی، میمنے شیر کی کچھار میں دیر تک محفوظ نہیں رہتے، جو ان حقائق کو نہیں سمجھتے نقصان اٹھاتے ہیں، ساتھ ہی اس موقع پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے، اس فکر کو حیات نو بخشنے والے ہم لوگ ہیں، ہم اس طرح کی تحریروں کو مزے لے لے کر پڑھتے اس کی طرف دوڑتے ہیں، حقائق سے نظریں چراتے ہیں، سچائی کو پڑھنے کی تاب نہیں لا پاتے اور خوش گپیوں کا مطالعہ ہی ہماری طبیعت کو فرحت بخشتا ہے، یاد رکھئے اگر یہ رجحان بڑھا تو صحافت نہیں جمہوریت بھی متاثر ہوگی اور تکلیف دہ نتائج سامنے آئیں گے، اس لئے عقل وہوش سے کام لیجئے جذبات کی رو میں مت بہیے۔ ❍❖❍

جوتے پہننے کے آداب

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتا پہنتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہے جوتا پہنتے ہوئے اور اس میں وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے اس لیے میں ایسے ہی جوتے پسند کرتا ہوں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین کے دو تسمے تھے۔ ایسے ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جوتے میں بھی دوہرا تسمہ تھا۔ ایک تسمہ کی ابتداء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک جوتی پہن کر کوئی نہ چلے یا دونوں پہن کر چلے یا دونوں نکال دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی تم میں سے جوتا پہنے تو دائیں (پیر) سے ابتداء کرنی چاہیے اور جب نکالے تو بائیں سے پہلے نکالے۔ (شمائل ترمذی)

برصغیر میں صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے اولین نقوش

از: (مولانا) حذیفہ وستانوی اکل کوا، نندوربار (مہاراشٹر)

الحمدللہ! جس خطہ میں ہم اہل ہند آباد ہیں وہ ایک ایسا خطہ ہے جو ابتداء آفرینش سے ہی انبیاء اور رسولوں سے وابستہ ہے جس کی برکتوں سے اسلام اس دورِ پرفتن میں اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ مسلمانانِ ہند کے قلب وجگر میں آباد ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گا۔ بعض احادیث کے مطابق حضرت سیدنا و ابونا آدم علی نبینا علیہ السلام کا ہبوط سرزمین ہند پر ہوا اور بعض روایات کے مطابق آدم علیہ السلام سرزمین مکہ پر اُتارے گئے، پھر بیت اللہ کی تعمیر کے بعد سرزمین ہند کی طرف تشریف لائے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمینِ ہند کو ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے۔

صرف یہی نہیں چونکہ یہ خطہ تاریخ بشر کے آغاز ہی سے آباد ہوتا چلا آیا ہے، اس سے آدم علیہ السلام کے بعد بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت وقفہ وقفہ سے یہاں ہوتی رہی ہوگی جیسا کہ سرہند کے قریب ایک دیہات میں دو نبیوں حضرت ابراہیم اور حضرت خضر علیہما الصلوٰۃ والسلام کی قبریں آج بھی موجود ہے، یہ دونوں مذکورہ انبیاء علیہما الصلوٰۃ والسلام والد اور صاحبزادے تھے، صرف اتنے ہی پر بس نہیں بلکہ نبی آخرالزماں علیہ الف الف تحیۃ وسلام کی بعثت کے ابتدائی مراحل ہی میں اسلام اہل ہند تک پہنچ چکا تھا جیسا کہ بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا کہ ہندوستان کے شہر ''قنوج'' کا بادشاہ سربانک معجزۂ شق القمر کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا، اسی طرح بعض روایات ہیں کہ ایک اور ہندی صحابی بابا رتن ہندی کی ملاقات اور نبی کریم ﷺ سے چند احادیث کی روایت بھی ثابت ہے، آج بھی بابا رتن ہندی کا مزار مشرقی پنجاب کے شہر بھنڈہ میں موجود ہے۔ اسی طرح ایک ہندوستانی بادشاہ کا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تحفہ بھیجنا بھی ثابت ہے جیسا کہ محدث کبیر حاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب ''المستدرک'' میں اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔

اسی طرح اہل سرندیپ نے بھی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عقلمند، ذی شعور اور ذکی الفطرت شخص کو تعلیمات نبویہ کے مشاہدے کیلئے عرب تاجروں کے ساتھ روانہ کیا تھا، جب وہ مدینہ پہنچا تو نبی کریم ﷺ اس دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف رحلت فرما چکے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب

ہو چکے تھے،اس شخص نے اپنے وطن لوٹ کر تعلیمات اسلامیہ کی بہت تعریف کی،اہل سرندیپ اس سے بہت متأثر ہوئے،اس کی برکتیں ہیں جو آج مالدیپ مملکت اسلامیہ کی صورت میں آباد ہے،اس طرح جنگ یمامہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آنے والی ایک خاتون ''خَولَہُ سندیہ حنفیہ'' تھی،جس کے بطن سے آپ کے ایک صاحبزادے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے،علامہ بن خلکان نے اپنی معرک الآراء تصنیف ''وفیات الاعیان'' میں خولہ کا ہندیہ ہونا ثابت کیا ہے۔یہ تو وہ واقعات تھے جن سے بعض اہل ہند کا انفرادی طور پر اسلام میں داخل ہوکر السابقون الاولون کی فہرست میں شامل ہونے کا شرف حاصل کرنا ثابت ہوتا ہے۔

ہندوستان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس نبوت ورسالت سے آراستہ کئے جانے کے بعد چوں کہ جزیرۃ العرب کے کافر ومشرک یہود ونصاریٰ کی جانب سے شدید مخالفت کا سامنا تھا،لہٰذا انہیں لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کی سعی میں مشغول رہے اور جس میں الحمدللہ آپ سو فیصدی ہی نہیں بلکہ ہزار اور لاکھ فیصدی کامیاب رہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی 23 رسالہ بے مثال جدوجہد کے نتیجہ میں پورا جزیرۃ العرب اسلام میں داخل ہوگیا،صرف داخل ہی نہیں بلکہ آپ کی صحبت کی برکت اور جانبین کی اخلاص کی وجہ سے مکمل طور پر تعلیمات نبویہ سے سرشار ہوگئے اور ہر اعتبار سے اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھل گئے،یہاں تک کہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے انہیں اپنی رضا کا پروانہ دے دیا اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اور صحابہ جیسے عظیم القاب سے یاد کئے جانے لگے جو انبیاء کے بعد بنی آدم کے افضل ترین رتبہ پر فائز ہوگئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دارِ فانی سے دارِ باقی کی طرف رحلت فرما جانے کے بعد تبلیغ کو انہوں نے اپنا مشن بنائے رکھا اور یہ تہیہ کرلیا کہ پیغامِ حق سے پوری دنیا کو سرشار کریں گے اور الحمدللہ ہمارے صحابہ یہ صرف کہا نہیں بلکہ کر دکھایا۔اے اللہ! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرما اور ان کی محبت سے ہمارے قلوب کو سرشار فرما۔آمین یارب العالمین!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے،مگر چونکہ آپ کا دور ''فتنہ ارتداد'' سے دوچار ہوا لہٰذا اس کی سرکوبی میں مختصر سا مگر بابرکت دور پورا ہوگیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہندوستان کی جانب توجہ کا موقعہ نہیں مل سکا اور رفیقِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے،رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال پرملال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ گر ہوئے، چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے داخلی فتنوں کو اپنی حکمت عملی اور کامیاب تدابیر سے نسیاً منسیاً کر دیا تھا، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اب کسی داخلی فتنہ سے خطرہ نہ تھا، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی مکمل توجہ دین اسلام کو اقوامِ عالم تک پہنچانے میں صرف کی اور الحمدللہ آپ رضی اللہ عنہ بھی اپنے ہدف کو حاصل کرنے یعنی دور دور علاقوں میں اقوامِ عالم تک دین اسلام کو پہنچانے میں کامیاب رہے۔

سرزمین ہند پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اولین نقوش:

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے چار سال بعد سن ۱۵ر ہجری میں حضرت عثمان بن ابوالعاص کو بحرین اور عمان کا والی مقرر کیا، حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے برادر محترم ''حضرت حکم بن ابی العاص رضی اللہ عنہ'' کو ایک لشکر کا کمانڈر بنا کر ہندوستان کی بندرگاہ ''تھانہ'' اور ''بھروچ'' کیلئے روانہ کیا اور اپنے دوسرے بھائی ''مغیرہ بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ'' کو فوج دے کر ''دبیل (کراچی)'' کیلئے روانہ کیا، مگر یہ غیر مستقل جھڑپیں تھیں، کوئی مستقل فوج کشی اور جنگ نہیں تھی، اس لئے عام تاریخ کی کتابوں میں اس کا ذکر نہیں ملتا، اسی طرح ''مکران، کرمان، رن، بلوچستان، لس بیلا، ملات، ملتان، لاہور، بنوں، کوہاٹ'' اور دیگر علاقوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت کا ورود مسعود تاریخ کی بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے۔

مورخ اسلامی علامہ قاضی محمد اطہر مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق سرزمین ہند کو سترہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی قدمبوسی کا شرف حاصل رہا ہے، جبکہ دورِ حاضر کے مورخ محمد اسحاق بھٹی کی تحقیق کے مطابق پچیس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقدامِ مبارکہ کی قدم بوسی سرزمین ہند کو حاصل ہوئی، اس طرح قاضی اطہر مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تابعین کے ورودِ مسعود کا ذکر کرتے ہیں (خلافت راشدہ اور ہندوستان) اور محمد اسحاق بھٹی صاحب ۴۲ر تابعین اور ۱۸ر تبع تابعین کے ورودِ مسعود کا تذکرہ کرتے ہیں۔ (برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش)

اب یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان صحابہ کے نام ہی ذکر کر دیئے جائیں جن کا ورودِ مسعود ہندوستان کی سرزمین میں ہوا:

(۱) حکم بن ابی العاص (۲) حکم بن عمرو ثعلبی غفاری (۳) حضرت خریت بن راشد ناجی سامی

(۴) رُبَیّع بن زیاد حارثی مَذْحِجی (۵) سنان بن سلمہ ہذَلی (۶) حضرت سہل بن عدی خزرجی انصاری (۷) حضرت صحّار بن عباس عبدی (۸) حضرت عاصم بن عَمرو تمیمی (۹) عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان انصاری (۱۰) عبداللہ بن عمیر اَشجعی (۱۱) عبدالرحمٰن بن سمُرہ قرشی (۱۲) عبیداللہ بن معُمر قرشی تیمی (۱۳) عثمان بن ابی العاص ثقفی (۱۴) حضرت عُمیر بن عثمان بن سعد (۱۵) مجاشع بن مسعود سَلَمی (۱۶) حضرت مغیرہ بن ابی العاص ثقفی (۱۷) حضرت منذر بن جارود عبدی (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

یہ سترہ اسماء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہ جس کو قاضی اطہر مبارکپوریؒ نے اپنی معرکۃ الآراء تالیف ''خلافت راشدہ اور ہندوستان'' میں تحریر فرمایا۔ اللہ رب العزت، قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی جزاء خیر عطا فرمائے کہ جنہوں نے بڑی جدو جہد اور کاوشوں کے بعد، ان صحابہ کے اسماء مبارکہ کو جمع کیا۔

اس کے علاوہ اور چند اسماء مبارکہ کو، محمد اسحاق بھٹی صاحب نے اپنی تالیف لطیف ''برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش'' میں تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہیں:

(۱۸) شہاب بن مخارق بن شہاب تمیمی (۱۹) نسیر بن دیسم بن ثور عجلی (۲۰) حکیم بن جبلہ اسدی (۲۱) کلیب ابووائل (۲۲) مُہلَّب بن ابوصفرہ ازدی عتکی (۲۳) عبداللہ بن سوّار عبدی (۲۴) یاسر بن سوّار عبدی (۲۵) عبداللہ سُوَید تمیمی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)۔

ان میں بعض صحابہ کے بارے میں مورخین کا اختلاف ہے کہ وہ صحابی ہیں یا تابعی۔

صحابہ کے بعد امت کا بہترین طبقہ، تابعین کا ہے۔ اور الحمدللہ تابعین رحمہم اللہ بھی اعلاء کلمۃ اللہ کی غرض سے ہندوستان کی سرزمین پر تشریف لائے۔ تو آیئے اب ان تابعین کے نام معلوم کرتے چلیں:

(۱) حضرت ثاغر بن ذعر (۲) حضرت حارث بیلمانی (۳) حضرت حکیم بن جبلہ، قاضی صاحب نے ان کو تابعی اور محمد اسحاق بھٹی صاحب نے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ (۴) حضرت حسن بن ابوالحسن یسار بصری (۵) حضرت سعید بن ہشام انصاری (۶) سعید بن کندیہ قشیری (۷) شہاب بن مخارق تمیمی (۸) صیفی بن فسیل شیبانی (۹) نسیر بن وسیم عجلی یہ بھی مختلف فیہ ہیں۔

محمد اسحاق بھٹی صاحب نے دیگر تابعین کے اسماء تحریر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں: (۱) ابن اُسید بن اَخنس (۲) ابوشیبہ جوہری (۳) حاتم بن قبیصہ (۴) راشد بن عمرو الجدیدی (۵) زائد بن عمیر طائی (۶) زیاد بن حواری عمی (۷) ابوقیس زیاد بن رباح قیسی بصری (۸) حکم بن عوانہ کلبی (۹) معاویہ بن قرہ مُزنی بصری

(۱۰)مکحول بن عبداللہ سندھی (۱۱)عبدالرحمٰن بن عباس (۱۲)عبدالرحمٰن سندھی (۱۳)قطن بن مدرِک کلابی (۱۴)قیس بن ثعلبہ (۱۵)کمس بن حسن بصری (۱۶)یزید بن ابوکبشہ سکسکی دمشقی (۱۷)موسیٰ سیلانی (۱۸)موسیٰ بن یعقوب ثقفی (۱۹)عبدالرحمٰن کِندی (۲۰)عبدالرحمٰن بیلمانی (۲۱)عمر بن عبیداللہ قرشی تیمی (۲۲)شمر بن عطیہ اسدی (۲۳)سعید بن اسلم کلابی (۲۴)حباب بن فضالہ ذُہلی (۲۵)عبدالرحمٰن بن عبداللہ کوالٔشی (۲۶)حارث بن مرہ عبدی (۲۷)ایوب بن زید ہلالی (۲۸)حری بن حری باہلی (۲۹)عباد بن زیادہ اُموی (۳۰)یزید بن مفرغ حِمیَری (۳۱)ربیع بن صبیح سُغدی بصری (۳۲)مجاع بن سعر تمیمی (۳۳)عطیہ بن سعد عوفی (۳۴)ابوسالمہ زُطی (۳۵)محمد بن قاسم ثقفی (رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)۔

یہ وہ نفوسِ قدسیہ تھے جنہوں نے اِعلاءِ کلمۃ اللہ اور ابلاغِ دینِ اسلام کیلئے اپنا سب کچھ قربان کردیا اور ہم اہل ہند کو اسلام کی تعلیماتِ صحیحہ سے روشناس کیا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ہم لوگوں کو بھی جاہلیت قرنِ عشرین کی تاریکیوں سے محفوظ فرما کر، دوسروں کیلئے ہدایت کا باعث بنادے، ہمیں ہمارے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین یارب العالمین!

سرزمین ہند کی جانب تبع تابعین:

(۱)اسرائیل بن موسیٰ بصری (۲) کرز بن ابوکرز عبدی (۳)معلّٰی بن راشد بصری (۴) جنید بن عمرو العدوانی المکی (۵) محمد بن زید عبدی (۶) محمد بن غزان کلبی (۷)ابوعیینہ ازدی (۸) سندی بن شماس السمان بصری (۹) عبدالرحیم دیبلی سندھی (۱۰) عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی (۱۱)عبدالرحمٰن بن السندی (۱۲)عمرو بن عبید بن باب السندی (۱۳)فتح بن عبداللہ سندھی (۱۴) قیس بن بسر سندی النصری (۱۵)ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنی (۱۶)محمد بن ابراہیم بیلمانی (۱۷)محمد بن حارث بیلمانی (۱۸)یزید بن عبداللہ قرشی سندھی۔(برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، اور تبع تابعین کی انتھک محنتوں کے بعد بر صغیر ہندو پاک تک پہنچا برصغیر میں اسلام دو طریقے سے پھیلا: (۱) تبلیغ کے ذریعہ۔(۲) جہاد کے ذریعہ۔

سراندیپ، کلک پدیپ، مالدیپ، مالا بارہ، جزیرہ جاوا، سُماترَہ، سنگاپور، ملایا، کالیکٹ وغیرہ میں اسلام انصاف اور مساوات پر مشتمل تعلیمات کی وجہ اور علاقوں کے بادشاہوں کے زمانہ قدیم سے، اہلِ عرب سے تجارتی تعلقات کی وجہ سے بغیر کسی جہاد وجنگ کے بہت تیزی سے اسلام پھیلا۔ عرب کے تجاروں میں سے

مشرف بن مالک اور مالک بن دینار اور مالک بن حبیب کا بھی ان علاقوں میں اسلام کی تبلیغ میں بڑا کردار رہا، مسلمانوں کی کثرت کو دیکھ کر، مالک بن دینار وغیرہ نے کدنکلور کالیکٹ میں، مسجد بھی تعمیر کروائی، ان مذکورہ مسلمان تاجروں کی محنت کے سبب اسلام ساحلی کارومنڈل تک پھیل گیا اور بکثرت مسجدیں بھی بنائی گئیں؛ گویا یہ تمام علاقے حضرت محمد بن قاسم ثقفی رضی اللہ عنہ کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے سے قبل ہی اسلام میں داخل ہو گئے ''وللہ الحمد علی ذالک''۔ اللہ ہمارے ان مسلمان تاجروں کو اس کا بہترین بدلہ آخرت میں عطا فرمائے۔ (آمین)

علاقہ سندھ، جس کا اطلاق قدیم دور میں ایک عظیم مملکت پر ہوتا تھا، یہ مملکتِ سندھ، موجودہ سندھ سے مغرب میں مکران تک، جنوب میں بحر عرب اور گجرات تک، مشرق میں مالوہ کے وسط اور راجپوتانہ تک، شمال میں ملتان سے اوپر گزر کر جنوبی پنجاب کے علاقہ تک پھیلا ہوا تھا۔ (فتوح الہند) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ سندھ میں مسلمانوں کی آمد کا آغاز عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ کے ابتداء ہی سے ہو چکا تھا، جس کے اولین محرک حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے اپنے دو بھائی حکم بن ابی العاص اور مغیرہ این ابی العاص کو اس خطہ میں روانہ کیا تھا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ہندوستان میں صدائے ''لا إلـه الـلّٰـه'' کی گونج کیلئے اور حالات دریافت کرنے کیلئے فوج روانہ کی، مگر جنگ کی نوبت نہ آئی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں حارث بن مرہ عبدی، سرہند پر حملہ آور ہوئے، پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہ حملہ کرنے کی غرض سے آئے اور فاتح ہوئے، اسی لیے تاریخ فرشتہ کے مصنف نے اسلام پر پہلی منظّم جنگ کا شرف اُنہیں کے سر باندھا ہے۔ مگر یہ حملے چھوٹے چھوٹے تھے، بڑا حملہ حجاج کے اشارے پر محمد بن قاسم ہی نے ۹۲ھ میں کیا، اور اقل قلیل مدت میں وہ پورے سندھ کو فتح کر لیا، مگر بدقسمتی سے سلیمان بن عبدالملک نے حجاج کے ساتھ اپنے اختلافات میں، محمد بن قاسم جیسے جواں مرد اور نیک صفت مجاہد اسلام کو، بلی کا بکرا بنا دیا ''إنا لله وإنا اليه راجعون'' محمد بن قاسم نے دیبل کو فتح کرنے کے بعد، وہاں جامع مسجد تعمیر کروائی، چار ہزار عربوں کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دے دیا، یہاں یہ بات قابل لحاظ رہے کہ ان فتوحات کے بعد بھی مسلمانوں نے اس بات کا حد سے زیادہ خیال رکھا کہ ہماری حکومت سے ملکِ سندھ کے کسی طبقہ کو بھی اذیت نہ پہنچے، مسلمانوں نے پست لوگوں کو اُبھارا تو سہی، مگر بلند لوگوں کو پست نہیں کیا، جیسا کہ عام فاتحین کا طریقہ ہوتا ہے، جس کا ذکر قرآن کریم نے بلقیس کے واقعہ میں کیا ہے، کہ ملکہ سبا بلقیس نے اپنے مشیروں سے کہا: ''إن

الملوک إذا دخلوا قریة افسدوھا و جعلوا اَعزة اھلھا اذلة و کذالک یفعلون ’’محمد بن قاسم نے ایسا زبردست انصاف کیا کہ تاریخ ہند میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ قاضی کرتے تھے،لیکن ہندوں کے لئے ان کی پنچایتیں بدستور قائم رہیں۔

محمد بن قاسم کی یہی رواداری اور انصاف تھا،جس کی وجہ سے ان کی مخالفت کم ہوئی،کئی شہروں نے خود بخود ان کی اطاعت قبول کر لی، بلکہ بلاذوری تو لکھتا ہے، کہ جب محمد بن قاسم قید ہوکر عراق بھیجے گئے،تو ہندوستان کے لوگ روتے تھے اور علاقہ کے کچھ گجرات کے لوگوں نے ان کا مجسمہ بنایا۔

محمد بن قاسم جیسے مردِ مجاہد کے بعد، سرزمیں ہند پر اعلاء کلمة اللہ کیلئے یزید بن مہلب نے بھی اپنی خدمات انجام دیں،قبل اس کے ہم دیگر مجاہدین و مصلحین کا اجمالی تذکرہ کریں،قبیلہ ثقیف کی قابلِ قدر خدمات جوانہوں نے سرزمین ہند پر اسلام پہنچانے کے سلسلے میں کی،جس کا آغاز ۱۵ھ سے حضرت عثمان بن ابی العاص اور حکم بن ابی العاص اور مغیرہ بن ابی العاص الثقیفیون رضی اللہ عنہ سے ہوتا ہے اور اختتام حجاج بن یوسف اور محمد بن قاسم رضی اللہ عنہ پر ہوتا ہے؛ قبیلہ ثقیف کے اہل ہند پر احسان عظیم کے سلسلہ میں مورخ کبیر و محقق عظیم قاضی اطہر مبارکپوری کی عبارت پڑھنے کے قابل ہے۔

قاضی صاحب رحمة اللہ علیہ فرماتے ہیں:’’ہندوستان طائف اور اس کے قبیلہ بنوثقیف کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا ہے،جس نے ہندوستان کو اپنی دینی وروحانی توجہ کا مرکز بنا کر جب بھی اسے اقتدار ملا اس کی طرف رخ کیا،عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بحرین وعمان کی گورنری پاتے ہی اپنے بھائیوں حکم رضی اللہ عنہ اور مغیرہ رضی اللہ عنہ کو یہاں اسلام کی برکت دے کر روانہ کیا اور اُموی دورِ خلافت میں حجاج بن یوسف ثقفی نے عراق کی گورنری پا کر، اپنے جواں سال بھتیجے محمد بن قاسم کو خلافت کے زیر اہتمام باقاعدہ اسلامی فوج کے ساتھ ہندوستان روانہ کیا‘‘۔(عہد نبوی کا ہندوستان:۲۴۶)

مورخ کبیرؒ کے قبیلہ بنوثقیف کے بارے میں، اہل ہند پر احسان عظیم ذکر کرنے کے ساتھ ہی ذہن اس واقعہ کی طرف منتقل ہوا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امام ابن کثیر رحمة اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ہجرت سے تین سال قبل یعنی ۱۰ رنبوی یا ۱۱ رنبوی میں طائف کے سفر کے دوران پیش آیا، جب کہ طائف کے اوباشوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لہولہان کر دیا تھا،جس کے بارے میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے استفسار کرنے پر فرمایا تھا: **ما لقيت من قومك كان اشد منه يوم العقبة إذ عرضت نفسي على بن عبد ياليل بن عبد كلال فلم يجب إلى ما اردت**۔(البدایہ النہای:۳)

حضرت عائشہ رضي اللہ تعالی عنہ فرماتی ہیں (جنگِ احد کے بعد) ایک روز رسول اللہ ﷺ سے میں نے دریافت کیا: ''**هل أتىٰ عليك يوم كان اشد عليك من يوم احد**'' (البدایہ والنہایہ) یارسول اللہ ﷺ کیا آپ پر اُحد سے زیادہ سخت دن کوئی گذرا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اُحد سے بھی زیادہ سخت دن مجھ پر وہ تھا جب کہ (قبیلہ بنوثقیف کے سردار) عبد یالیل اور عبد کلال کو اسلام کی دعوت دی، تو انہوں نے میرے گمان کے خلاف مجھے جواب دیا، جب محزون وملول واپس ہوا، اور مقام ''قرن ثعلب'' پر پہنچا، تو میں نے سر اٹھایا، تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ بادل مجھ پر سایہ فگن ہے، پھر کچھ دیر بعد اسی بادل سے جبرئیل علیہ السلام نے آواز دی اور کہنے لگے: کہ اہلِ طائف نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اللہ رب العزت نے اس کو دیکھا اور ملک الجبال کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، آپ اس کو جو چاہے حکم دے دیں، پھر ''ملک الجبال'' نمودار ہوئے اور ''سلام'' کیا اور کہنے لگے: اللہ رب العزت نے مجھے آپ کی جانب ارسال فرمایا، اگر آپ حکم دیں تو اہلِ طائف اور قبیلہ ثقیف کو دو پہاڑیوں کے درمیان پیس دیا جائے، مگر ہزار جان قربان رحمۃ للعالمین ﷺ پر کہ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''**ارجو أن يخرج اللّٰه من أصلابهم من يعبد اللهَ ولايشرك به شيئاً**'' مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی نسلوں سے ایسے لوگوں کو پیدا فرمائیں گے، جن کی زبان پر توحید کے زمزمے ہوں گے اور جن کے سینے شرک کی آلائشوں سے صاف وشفاف ہوں گے، بس اللہ کے رسول ﷺ کی حیات طیبہ میں پیش آنے والا سخت ترین دن کی یہ دعا عرش معلیٰ تک پہنچ گئی۔

مومن کی دعا پَر نہیں مگر طاقتِ پرواز رکھتی ہیں، ایک تو نبی اکرم ﷺ کا دعا دینا ہی کافی تھا اور وہ بھی سخت غم اور حزن کی حالت میں بھلا ایسی دعا کی قبولیت میں کیا شک ہوسکتا ہے، اسی دعا کا نتیجہ تھا کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اور اخیر میں محمد بن قاسم نے، ہندوستان کی شرک وکفر کی مسموم فضاء میں توحید خالص کے زمزمے اور صدائیں بلند کرنے کا فیصلہ کیا اور یوں عرب کے ریگستان سے طویل مسافت پر واقع ملک ہندوستان میں قبیلہ ثقیف اسلام کی بنیادیں قائم کرنے میں کامیاب ہوا، قیامت تک اہل ہند کے کارہائے خیر کا ثواب قبیلہ ثقیف کے میزانِ حسنات میں لکھا جاتا رہے گا، انشاء اللہ۔ اہلِ ہند اس قبیلہ کا جتنا بھی شکر واحسان مانے

کم ہے''جزاهم الله عنا خير الجزاء واحسن الجزاء في الدنيا و الآخرة''۔آمین یارب العالمین!

خلاصہ کلام یہ کہ محمد بن قاسم الثقفی کی شہادت کے (مفتی شفیع صاحبؒ کی تحقیق کے مطابق) تین سو برس تک مسلمانوں نے ہندوستان پر کوئی بڑی جنگی کاروائی نہیں کی، البتہ اس دوران چھوٹے چھوٹے حملے ہوتے رہے، مثلاً محمد بن قاسم نے اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، حکم کے دستِ راست بن کر فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا، پھر اسی کے بعد خلافت بنوامیہ کا خاتمہ ہوگیا اور خلافت عباسیہ ۱۳۲ھ مطابق ۷۵۰ء میں قائم ہوئی۔ خلافتِ عباسیہ کے دور میں ہشام ۱۴۰ھ میں سندھ کے علاقہ میں آیا اور کاٹھیاوار کے علاقہ کو اس نے فتح کیا اور اور گجرات میں سب سے پہلی مسجد بنوائی پھر شمال میں کشمیر کے بعض علاقوں کو فتح کیا۔ صاحب''آبِ کوثر'' شیخ اکرم...فرماتے ہیں کہ فتح سندھ کے سات سال تک تو عرب فاتحین کا پلہ بھاری رہا، مگر پھر یمنی اور حجازی آپسی عرب اختلاف کی وجہ سے غیروں فائدہ اٹھایا، چناں چہ جاٹوں نے شمالی سندھ میں اور جنوبی سندھ میں''میڈ'' قوموں نے اپنا اثر ورسوخ قائم کرلیا اور ۲۳۷ھ مطابق ۸۵۴ء کے آنے تک پھر ہباری خاندان کی موروثی حکومت شروع ہوگئی پھر قرامطہ اسماعیلی شیعہ کا ۲۷۰ھ میں ملتان پر قبضہ ہوگیا، قرامطہ کے تسلط کے بعد سلطان محمد غزنوی ۳۶۷ھ ۹۹۷ء میں ہندوستان میں داخل ہوئے اور ایک عظیم اسلامی مملکت کی بنیاد ڈالی جو مختلف مراحل اور خاندانوں سے گذرتی ہوئی ۱۸۵۷ء تک باقی رہی سلطان ایک نیک دل عادل بادشاہ تھا سلطان غزنوی تاریخ اسلام کا ایک درخشندہ ستارہ ہے جس نے مملکت اور عیش کو مقصد نہیں بلکہ احیاء اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کو زندگی کا مقصد بنایا اور وہ اس میں الحمد للہ کامیاب رہا''اللهم انزل شأبيب حرمتك عليه''۔ بشکریہ: دارالعلوم دیوبند ویب سائٹ

○❖○

ایک سنہری بات!

''حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''بہت زیادہ طاقتور وہ نہیں جو (مقابل کو) بہت زیادہ بچھاڑنے والا ہے، بہت زیادہ طاقتور صرف وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔''اللہ ہمیں اس قوت سے نوازے اور غصے سے بچائے آمین

تحفظ عقائد کی محنتوں میں اضافہ؛ وقت کی اہم ضرورت

مولانا شاہ عالم گورکھپوری، استاذ دارالعلوم دیوبند

دین برحق اسلام اور مسلمانوں کے خلاف فکری ونظریاتی یلغار بڑھتی جارہی ہے ان حالات میں ضرورت ہے کہ اسلامی عقائد ونظریات کی حفاظت کے لیے محنتوں میں اضافہ کیا جائے۔ دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ خود کو مسلمان کہلانے کے باوجود اسلام کے اُن بدیہی اور بنیادی عقائد میں بھی متزلزل ہونے لگا ہے جن پر اسلام کی بنیاد واساس ہے۔ پھر جن عقائد میں کچھ بحث اور قیل وقال ہے اُن میں عوام کے بھٹکنے کا کیا حال ہوگا اس سے نتیجہ نکالنا کچھ مشکل نہیں۔

ملت اسلامیہ کے فکر مند لوگوں نے ہمیشہ ہی اس جانب توجہ دی ہے اور مختلف طبقات کی طرف سے کچھ نہ کچھ اپنے طور پر حتی المقدور اس موضوع پر خدمات جاری وساری ہیں۔ اس مسئلے کا حل راقم سطور کو اس بات میں نظر آتا ہے اور بیشتر اکابر علماء دیوبند نے اس سے اتفاق بھی کیا ہے کہ اسلامی عقائد کی تعلیم کو مستقل طور پر تعلیمی نصاب کا جزو بنایا جائے اور بنیادی حیثیت سے اس کو وہ مقام دیا جائے جس کا وقت متقاضی ہے، صرف عوامی جلسوں سے اس ارتدادی سیلاب کو روکا نہیں جاسکتا۔ ماضی میں ایسا ہوتا تھا کہ اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کو ہم کھل کر فتنہ کہہ لیتے اور ان کے خلاف سینہ سپر ہوجاتے تھے، لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ فتنے ایسے رنگ وروپ میں آرہے ہیں کہ ان کو فتنہ کہنا بھی مشکل ہورہا ہے۔ اس تناظر میں ایک مختصر سی کوشش یہ بھی کی جارہی ہے کہ مبتدی طلبہ کے حسب استعداد دو حصوں پر مشتمل کتاب کی صورت میں ''اسلامی عقائد ومعلومات'' کے ہی عنوان سے ایک رسالہ ترتیب دیا گیا ہے تاکہ دینی یا عصری درسگاہوں میں تعلیمی نصاب کا جزو بنا کر بچوں کے عقائد کو محفوظ ومضبوط کیا جاسکے۔

یہ عجیب بات ہے کہ عصری تعلیم گاہوں سے وابستہ مسلمان، ہمیشہ دینی درسگاہوں کو مشورہ دیتے رہتے ہیں کہ ضرورت کے فلاں فلاں مضامین شامل نصاب کیے جائیں لیکن دینی درسگاہوں کی جانب سے عصری تعلیم گاہوں کے ذمہ داران ومینجمنٹ کو کبھی یہ مشورہ نہیں دیا جاتا کہ جہاں مسلم بچوں کی اکثریت ہے اُن میں یا جہاں اکثریت نہیں تو خاص سبجیکٹ بنا کر مسلم بچوں کیلئے وہ اتنا تو کریں کہ ترقی کے نام پر ہمارا بچہ جہاں بھی

جائے کم از کم مسلمان رہے؟ اگر عصری تعلیم گاہوں کے طلبہ کو بھی عقائد یاد کرا دیئے جائیں تو ان شاء اللہ فتنوں کے دست و برد سے وہ ضرور محفوظ رہیں گے۔ اس عنوان پر خدمات انجام دینے والی تنظیموں کی جانب سے الحمد للہ اس موضوع پر یہ سارا مواد ہندی زبان میں بھی دستیاب کرایا جا رہا ہے پھر تو عصری زبان والوں کیلئے کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے۔

مذکورہ رسالہ کے حصہ اوّل میں ایمان وعقائد سے متعلق سوالات و جوابات کے ساتھ کچھ نبی پاک ﷺ کی سیرت وسوانح کا پہلو بھی شامل کیا گیا ہے۔ سوالات کے انتخاب اور جوابات کی تعبیر میں زیادہ تر ''عقیدۃ الطحاوی'' امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاویؒ ''تعلیم الاسلام'' مصنفہ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''عقائد اسلام وسیرت المصطفی ﷺ'' مصنفہ شیخ التفسیر دار العلوم دیو بند حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو نیز عقائد اور علم کلام کی دیگر معتبر قدیم وجدید کتب کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔ بقیہ سوالات و جوابات کو دور حاضر کے مطابق کرنے کی جہاں ضرورت پڑی ہے تو وہاں مصنف نے بھی طبع آزمائی کی ہے لیکن یہ ساری محنت مکمل طور پر اپنے ماہر فن اساتذہ اور بزرگوں کی رہنمائی اور تائید وتصویب میں کی گئی ہے تا کہ عقائد کے مسئلے میں کوئی سقم نہ رہ جائے۔

تعلیم وتعلم کا ایک انداز مسابقہ کا بھی ہے جو اس دور میں زیادہ رائج ہو رہا ہے۔ ان رسائل سے مسابقتی انداز میں استفادہ کی شکل تو سب کیلئے آسان ہے، لیکن تعلیمی نصاب کے طور پر شامل کر کے اس سے استفادہ کیلئے مناسب ہوگا کہ جن احباب سے متعلق یہ کورس کیا جائے وہ عقائد اور علم کلام کے موضوع سے دلچسپی رکھتے ہوں، ان کی معلومات پہلے ہی سے وسیع ہو یا پھر شعبہ تحفظ ختم نبوت دار العلوم دیو بند سے تربیت حاصل کر لیں تو احسن طریق پر اس کا حق ادا کر سکیں گے۔ اس لیے کہ جوابات کا صرف زبانی یاد کرا دینا بھی بہر صورت نفع سے خالی نہیں لیکن بیشتر سوالات اپنے پس منظر میں ایک تاریخی اور معلوماتی پہلو رکھتے ہیں جو بوقت ضرورت طلبہ کے گوش گزار کیے جاتے ہیں تا کہ متن کے طور پر حفظ کرائے گئے سوالات وجوابات جس فرقہ سے متعلق ہیں اس کی قدرے تفصیلات بھی ان کے سامنے آجائیں۔ اس طریق سے طلبہ میں اپنی یادداشت پر شرح صدر بھی ہوتا چلا جاتا ہے اور فتنوں و باطل فرقوں کے سے نبرد آزمائی کیلئے ان کے اندر ایک ایسی قوت پیدا ہونے کی توقع کی جاتی ہے جو ان شاء اللہ ان کو ہر کس و ناکس کے دست و برد سے محفوظ رکھے گی۔

ملک کے مختلف صوبوں میں جہاں مختلف زبانیں رائج ہیں، اس درمیان تجربہ میں یہ بات آرہی ہے کہ درجات حفظ وناظرہ کے بہت سے طلبہ تکمیل قرآن مجید کے بعد یا عربی درجات میں چند سال پڑھنے کے بعد کسی وجہ سے مدرسہ کو خیر باد کہہ دیتے ہیں، ان کے پاس کچھ دینی علم تو ہوتا ہے لیکن اسلام کے بنیادی عقائد سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔ اگر اہل مدارس ابتدائی درجات کے طلبہ کو اس نصاب سے روشناس کرائیں تو ان شاء اللہ ارتدادی فتنوں پر قابو پانے میں ان حفاظ کرام اور تعلیم منقطع کرنے والوں کے ذریعہ بڑی مدد ملے گی۔ اسی طرح عصری تعلیم گاہوں میں چوتھی سے لے کر دسویں کلاس تک کے طلبہ میں بھی اس نصاب کو نافذ کیا جاسکتا ہے جن کے ذریعہ ارتدادی فتنوں کو لگام کسنے میں انشاء اللہ خوب مدد ملے گی۔

ان رسائل کے تعلق سے حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند اپنے تائیدی وتحریکی کلمات میں تحریر فرماتے ہیں:

اسلامی تعلیمات میں عقائد کا مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ تمام عبادات، معاملات اور نیک اعمال کی قبولیت، صحتِ عقیدہ اور ایمان پر موقوف ہے۔ عقائد میں بہت سے ایسے امور لازمی عنصر کی حیثیت رکھتے ہیں جن سے بہت سے پڑھے لکھے لوگ بھی کم واقف ہوتے ہیں۔ خاص طور پر وہ عقائد جن کا تعلق عصمت انبیاء، ختم نبوت، عظمت صحابہؓ یا نزول مسیح اور ظہور مہدی جیسے مسائل سے ہے اور اس ناواقفیت کی وجہ سے بسا اوقات انسان، رافضیت، قادیانیت، بہائیت اور نئے دور کے مدعیانِ مسیحیت ومہدویت کے پھیلائے ہوئے فتنوں کا شکار ہوجاتا ہے اور اصل ایمان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

کتاب ''اسلامی عقائد ومعلومات'' کی تالیف کا مقصد یہی ہے کہ دوران تعلیم ہی طلبہ کو مرحلہ وار ضروری عقائد سے واقف کرا دیا جائے تا کہ وہ اپنی جگہ خود بھی اپنے ایمان کی حفاظت کرسکیں اور باطل مذاہب یا گمراہ فرقوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہ سکیں۔

جناب مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری چونکہ مدت سے دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ تحفظ ختم نبوت سے ذمہ دارانہ طور پر وابستہ ہیں اور ان کا شب وروز کا یہی مشغلہ ہے اس لیے انھوں نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سوال وجواب کے دلچسپ پیرایہ میں کتاب مرتب کرکے اس دینی ضرورت کی تکمیل کی ہے، اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے اور نونہالانِ ملّت اور عام اُمت کے لیے نافع ومفید بنائے۔ آمین۔

اسی طرح دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب

مدظلہ تحریر فرماتے ہیں: مسلم معاشرے میں مکاتب اسلامیہ کی بنیادی حیثیت اور اس کی تعلیم کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے گذر کر قوم کے اکثر و بیشتر بچے شعور و آگہی کی دنیا میں قدم رکھتے ہیں، اس زمانے کا علم بچوں کے مستقبل پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔ آج دیکھا یہ جارہا ہے کہ عصری تعلیم گاہیں بچوں کے ذہن میں اسلام مخالف افکار و عقائد کا ایسا زہر گھولتی رہتی ہیں کہ جس سے بسا اوقات پوری زندگی چھٹکارا پانا مشکل ہوجاتا ہے۔

عصری تعلیم گاہوں کے مسلمان ذمہ داران یا دینی مکاتب و مدارس کے ذمہ داران کو چاہیے کہ رفتار زمانہ کو ملحوظ رکھ کر اپنے بچوں میں عقائد کی تعلیم کو مضبوط کریں اور دیگر علوم وفنون کے ساتھ اسلامی عقائد و معلومات سے واقف کرائیں تاکہ ہمارا بچہ مستقبل میں جہاں بھی رہے مسلمان رہے۔ بلاشبہ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے اور اسی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ بتوفیق اللہ میں نے حرف بہ حرف اس رسالہ کو دیکھا ہے اور اللہ کی ذات سے امید ہے کہ مذکورہ بالا مقاصد حسنہ کی تکمیل کے لیے نفع بخش ثابت ہوگا۔

مسلمانوں کے ایک اہم بات

اگر ایک شخص صاحبِ ایمان ہے تو اُس کے لیے اِس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ کہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ اِس واقعہ کے پیچھے کیا مصلحتیں کام کررہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ کیا بھلائیاں پیدا کرے گا اور کائنات کے مجموعی نظام کے اعتبار سے اِس کے اندر کیا خیر کا پہلو ہے؟ میں نہیں جانتا؛ لیکن اتنا جانتا ہوں کہ اِس کائنات کا کوئی ذرہ، کوئی پتہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نہیں ہلتا اور کوئی حرکت اِس کائنات میں اللہ کی حکمت کے بغیر نہیں ہوتی؛ لہٰذا سرِ تسلیم خم ہے، جو کچھ ہوا، وہ اُن کی حکمت کے عین مطابق ہوا، چاہے ہماری سمجھ میں وہ حکمت آئے یا نہ آئے، ہم اِس پر کوئی رائے زنی نہیں کرتے۔ (اصلاحی خطبات، مفتی تقی عثمانی صاحب)

ہم جزم اور وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ (زلزلہ) عذاب تھا یا نہیں، اِس بحث میں پڑنے کے بجائے ہمارے کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم سے متاثرین کی جتنی مدد ہوسکتی ہے ہم وہ مدد کریں، جو لوگ دنیا سے چلے گئے اُن کے لیے دعاءِ مغفرت کریں، جو موجود ہیں اُن کے لیے دعائے صحت کریں اور ساتھ ساتھ توبہ واستغفار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مزید مصائب اور تکلیفوں سے محفوظ فرمادے (یاد رہے ہر تخریب، ایک تعمیر کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ (اصلاحی خطبات، مفتی تقی عثمانی صاحب)

انسانیت کو بھولا ہوا سبق یاد دلانا

عارف عزیز (بھوپال)

انسانی تاریخ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ ابتداء میں دنیا کے سارے انسان ایک ہی جمعیت انسانی سے تعلق رکھتے تھے قدرتی اور سادہ زندگی بسر کرتے ان میں باہمی اختلاف اور کسی قسم کی بدگمانی نہیں تھی پھر ایسا ہوا کہ انسانی آبادی کی کثرت، ضروریات اور معیشت کی وسعت کے سبب طرح طرح کے اختلافات رونما ہونے لگے اور ان میں جب شدت پیدا ہوگئی تو اس نے افتراق وانتشار، ظلم وفساد کی صورت اختیار کرلی، ہر گروہ دوسرے کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے لگا، نفرت وظلم کی دیواریں اونچی ہونے لگیں زورآور کمزوروں کو کچلنے لگے اور انسانیت دم توڑنے لگی تو اللہ کی طرف سے الٰہی روشنی نمودار ہوئی اس طرح زمین پر پیغمبروں کی دعوت واصلاح کا سلسلہ جاری ہوا، ہر ملک اور ہر قوم میں رسول بھیجے گئے آخر میں پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ تشریف لائے جنھوں نے خانہ کعبہ میں کھڑے ہوکر انسانی عزت، بھائی چارہ اور مساوات کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

''خداوندا! میں گواہی دیتا ہوں کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں''

دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ''جنت میں رحم دل انسان داخل ہوگا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضور ﷺ ہم سب رحم دل ہیں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ''رحم دل وہ ہے جو تمام مخلوق پر رحم کرے''۔

ایک روایت میں ہے کہ ''زمین پر بسنے والوں سے محبت، رحمت اور شفقت کا برتاؤ کرو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تم پر مہربان ہوجائے گا'' اپنے بندوں پر خدا کی یہی مہربانی ہے ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے کھانے پینے اور دوا علاج وغیرہ کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتیں قرار دے کر ان کی تکمیل پر دوسرے انسانوں کو نہایت انوکھے اور نرالے انداز میں ابھارا ہے ایک دوسری حدیث میں بہترین انسان اس کو قرار دیا گیا ہے جو دوسروں کیلئے نفع بخش ثابت ہو۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے درج ذیل سات انسانی حقوق کی رعایت سب کو کرنا چاہیئے (۱) انسان اور انسانیت کا احترام (۲) انسانی جان کی حفاظت (۳) انسانی مال کی حفاظت (۴) انسانی عزت وآبرو کا تحفظ (۵) مذہب اور رائے کا احترام (۶) ضروریاتِ زندگی کا انتظام اور کفالت (۷) خواتین کے ناموں کا تحفظ۔

یہ وہ انسانی حقوق ہیں جو پروردگار عالم اور اس کے رسول برحق ﷺ نے تمام انسانی برادی کو عطا کئے ہیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے اسلام کے اس تصور انسانی کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ہے ؎

آدمیت احترام آدمی
باخبر شواز مقام آدمی

یعنی آدمیت انسان کے احترام کا نام ہے اس مقام انسانی سے باخبر رہو یہی تقریباً ہر مذہب کی روح ہے۔ تمام مذاہب میں اسی پر زور دیا گیا ہے اور کسی بھی مذہب میں انسانوں کے درمیان بیر رکھنا نہیں سکھایا گیا بلکہ سب نے احترام انسانیت کی تعلیم دی ہے اسلام میں تو یہ تعلیم سب سے واضح شکل میں ملتی ہے مگر افسوس کہ وقتی جوش وجذبات میں ہم اس کا لحاظ نہیں کرتے اور غلطی کا جواب غلطی سے دشمنی کا جواب دشمنی سے دینے میں لگ جاتے ہیں جبکہ آج کی سسکتی بلکتی اور مختلف تعصّبات سے پر دنیا میں اس بات کی ضرورت ہے کہ انسان خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے کیوں نہ ہو وہ کوئی بھی زبان بولنے والا ہو، کہیں کا رہنے والا ہو، تہذیب وتمدن کے اعتبار سے کسی بھی مکتب فکر کا حامل ہو، کسی بھی جماعت، منصب اور عہدے سے تعلق رکھتا ہو، وہ سب سے پہلے اپنے انسان ہونے سے متعارف ہو، اس کی حقیقت اور حیثیت پر نظر رکھے وہ اس بات کا لحاظ رکھے کہ کسی انسان کو اس کی ذات سے تکلیف نہ پہونچے۔

انسان کے اس بھولے ہوئے سبق کو یاد دلانے کیلئے عالموں، مفتیوں، مصنفوں، دانشوروں، صحافیوں نے اپنے اپنے انداز سے روشنی ڈالی ہے اور آج بھی اس کی ضرورت کم نہیں ہوئی ہے۔ ○❖○

آپ نے راستہ میں کوئی ٹہنی، پتھر یا گندگی دیکھی، آپ نے اسے ہٹا کر راستہ صاف کر دیا، ممکن ہے آپ کا یہی عمل جنت میں داخل کروادے۔

انسان بنیادی طور پر نفاست کا دلدادہ ہے

تجزیہ یو این این

انسان بنیادی طور پر نفاست کا دلدادہ ہے۔اپنے گھر اور ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے ہر کوشش کرتا ہے،لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں اور حقائق کو نظر انداز کر کے ایسی خرابیوں کو جنم لینے کی دعوت دیتا ہے،جن کا مداوا ممکن نہیں۔انسان نے اپنی آسانی کے لئے لاکھوں چیزیں بنائیں،لیکن ان کے منفی پہلوؤں پر توجہ نہ دے کر آلودگی کی صورت میں نتیجہ بھگت رہا ہے۔انسان آسائشوں کو حصول کے لالچ میں اتنا مگن ہو گیا کہ اسے اس بات کا بھی اندازہ نہ ہوا کہ وہ اپنی تباہی کا ساماں خود بنا رہا ہے۔دنیا بھر میں تمام تر اقدامات کے باوجود آلودگی کے مسائل بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔دیگر ممالک کی طرح ہمارا ملک بھی آلودگی کے مسائل میں گھرا ہوا ہے۔عالمی ادارہ صحت ڈبلیو ایچ او کے سروے کے مطابق پاکستان،ایران،بھارت اور منگولیا دنیا کے آلودہ ترین ممالک ہیں۔یوں تو بے شمار اشیاء کے استعمال سے آلودگی پھیل رہی ہے،لیکن پلاسٹک کے لفافوں کا استعمال بھی ماحولیاتی آلودگی کی ایک بڑی وجہ ہے۔پلاسٹک ایک پولیمر ہے جو کہ ایک یا کئی مختلف کیمیائی اجزاء سے مل کر تیار ہوتا ہے۔پلاسٹک کے لفافے دو طرح سے تیار ہوتے ہیں۔،قدرتی طریقہ جس میں جانوروں اور درختوں سے پلاسٹک تیار ہوتا ہے اور دوسرا لیبارٹریوں یا فیکٹریوں میں تیار کیا جاتا ہے۔پلاسٹک ایک سیال مادہ کو با آسانی نہ صرف کسی بھی شکل وصورت میں ڈھالا بلکہ کسی بھی رنگ میں رنگا بھی جا سکتا ہے۔پلاسٹک کے لفافوں میں ایک زہریلا مادہ کیڈمیم کا عنصر شامل ہوتا ہے،جو کہ خوراک میں زہریلے مادے کو پیدا کرتا ہے،جس کی وجہ سے ہم خالص غذا سے محروم ہو کر اور کئی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ان تمام مضر اثرات کے باوجود ہم بیشتر کھانے پینے کی اشیاء عام طور پلاسٹک کے لفافوں میں ہی لاتے ہیں جو کہ سخت نقصان دہ ہے۔عوام کو چاہیے کہ بازار جاتے وقت پرانے زمانے کی طرح اپنے ساتھ سامان خریدنے کے لیے کپڑے کے تھیلے یا ٹوکریاں اور دودھ دہی کے لیے برتن لے کر جایا کریں۔پلاسٹک کے

لفافوں کی زندگی ایک سوسال سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ان کوجلانے سے زہریلی گیسز فضا میں شامل ہوتی ہیں اورانسانی صحت پرمضراثرات مرتب کرتی ہیں۔ان گیسز کے باعث لوگ بلڈ کینسر، پھیپھڑوں اورسانس کے امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں پلاسٹک کی ان اشیاء کوٹھکانے لگانے کا کوئی معقول انتظام نہیں۔ پلاسٹک کے لفافے تیار کرنے والے کارخانوں میں کام کرنیوالے افرادمختلف بیماریوں کا شکار رہتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ پلاسٹک کو پگھلانے کے باعث متعدد گیسز کا اخراج ہوتا ہے۔لوگ حفاظتی ماسک کا استعمال کئے بغیر کارخانوں میں کام کرتے ہیں۔ پلاسٹک کی اشیاء بنانے والی فیکٹریز کے مالکان کو بھی ان مزدوروں کی صحت سے کوئی غرض نہیں اور وہ بغیر کوئی ماسک دیئے ان سے کام کرواتے ہیں۔لوگ پلاسٹک کے لفافوں کوگلی کوچوں، سڑکوں، نالیوں، ندی نالوں، دریاؤں، باغیچوں حتیٰ کہ اپنے صحن میں بلا سوچے سمجھے پھینک دیتے ہیں۔ان کا بے تحاشا پھینک دینا ماحول کی آلودگی کا سب سے بڑا سبب بن چکا ہے۔ملک کے مختلف شہری علاقوں میں پلاسٹک کےلفافوں سے نالیوں وسیوریج کا بند ہوناایک عام سی وبا بن گیا ہے۔گندے پانی کے نکاس کے بند ہونے اور دباؤ سے سیورج لائن پھٹ جاتی ہے جس کی وجہ سے تمام علاقے میں بدبو، گندگی اورمختلف بیماریوں پھیلتی چلی جاتی ہیں۔اس کے علاوہ برسات کے موسم کی ذراسی بارش بھی سیلاب کارخ اختیار کرلیتی ہے۔گذشتہ کچھ عرصے حکومت کی کوششوں سے پولی تھن کےلفافوں کے استعمال میں کمی آئی تھی لیکن پھر رفتہ رفتہ یہ مضرصحت، مضر ماحولیات،''پولی تھن کےلفافے'' دوبارہ دکانوں اور مارکیٹوں میں اس طرح استعمال ہونے لگے ہیں جیسے کبھی ان پر پابندی لگی ہی نہیں تھی اوراب تو حکومت نے بھی اس معاملے پر چپ سادہ لی ہے۔ پلاسٹک چونکہ ایک نہ سڑنے والی شے ہے، یہ زمین کی ساخت اور زرخیزیت کوشدیدطرح بربادکردیتی ہے۔ پیڑپودوں کوزمین سے جوغذااور دوسرے اجزاء ملنے چاہیئے تھے ان کی ترسیل میں رکاوٹ بن کر زمین کی پیداواری صلاحیت متاثر کرتی ہے۔ پلاسٹک کے لفافوں کا استعمال رضاکارانہ طور پر ترک کردینا چاہیے۔اس سے فائدے کے مقابلے میں نقصانات اورمضراثرات زیادہ ہیں جوصحت کے لئے انتہائی مضر ہیں بنگال میں سیوریج نالوں میں پلاسٹک بیگ کی بڑے پیمانے پر موجودگی کے سبب سیلاب آچکا ہے۔ پلاسٹک بیگ سیوریج کے نالوں کو چوک کررہے ہیں اور برساتی پانی کی روانی میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ پاکستان میں 80 کی دہائی تک عام لوگ خریداری کیلئے کپڑے کے

گھریلو تھیلے استعمال کیا کرتے تھے جبکہ کچھ لوگوں نے اپنی سہولت کیلئے اپنی سائیکلوں اور موٹر سائیکلوں پر ٹوکریاں بھی لگا رکھی تھیں۔ دوسری جانب پھل فروش اور دوسرے پرچون فروش زیادہ خریداری پر کھجور کے پتوں سے بنی ٹوکریاں بھی ساتھ دیا کرتے تھے۔ ملک بھر میں ہر طرح کی خریداری کیلئے خاکی کاغذ کے لفافے بھی استعمال ہوتے تھے جبکہ پولی تھین کی آمد سے پہلے اخباری کاغذ کے شاپنگ بیگ بھی عام ہو چکے تھے۔ پولی تھین کے شاپر بیگ دیکھتے ہی دیکھتے مشہور ہو گئے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی ان کا سستا پن تھا، ورنہ باقی خرابیاں ہی خرابیاں تھیں۔ حد تو یہ ہے کہ اب ملک کے طول وعرض میں دودھ اور دہی تک پولی تھین کے لفافوں میں بیچا جاتا ہے۔ 30 سال سے زائد عرصہ میں پولی تھین کے شاپنگ بیگ ماحول کو بری طرح آلودہ کر چکے ہیں۔ ان معمولی لفافوں کی وجہ سے نہ صرف گٹر بند ہوتے ہیں، بلکہ نکاسی آب کی نالیاں بھی انہی شاپنگ بیگز اور چپس کے لفافوں سے بھری رہتی ہیں۔ دوسری جانب کچرے کے ساتھ ان پلاسٹک کے لفافوں کو جلانے سے بھی سانس کی بیماریوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ ہم سب کا فرض ہے کہ ماحولیاتی آلودگی سے بچانے کیلئے ہر ممکن کوشش کی جائے، لیکن بنیادی طور پر حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ماحولیاتی تحفظ کیلئے جامع منصوبے بنائے، جن میں ویسٹ مینجمنٹ کیلئے مناسب انتظامات بھی شامل ہیں۔ دوسری جانب پولی تھین کے شاپنگ بیگز کو ملک میں سے مکمل طور پر ختم کیا جانا ضروری ہے اور متبادل کے طور پر لوگوں میں ماضی کی طرح کاغذ کے بنے ہوئے شاپنگ بیگ استعمال کرنے کا شعور بیدار کیا جائے۔ حکومت الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے عوام میں شعور بیدار کر سکتی ہے۔ اسی طرح مختلف قسم کے سیمینار اور ورکشاپس کا انعقاد کر کے بھی عوامی سطح پر انتہائی مفید نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ ایک غیر منافع بخش تحقیقی ادارے کے ماہرین کا کہنا ہے کہ گذشتہ 100 سال کے عرصے میں پلاسٹک کا استعمال بہت عام ہو گیا ہے، جسے بہت جلد ضائع کر دیا جاتا ہے اور پلاسٹک کی نسبت ان اشیا اور قدرتی مادوں کا استعمال بہت کم ہو گیا ہے، جنہیں ایک طویل عرصے تک استعمال کیا جا سکتا ہے۔ استعمال کے بعد پلاسٹک کے تھیلوں یا بوتلوں کو بے کار سمجھ کر یا تو ردی میں ڈال دیا جاتا ہے یا ندیوں اور دریاؤں میں بہا دیا جاتا ہے۔ وقت کے ساتھ یہ پلاسٹک سمندروں تک پہنچ جاتا ہے، جہاں وہ پانی کے ساتھ بہتا رہتا ہے۔ چونکہ پلاسٹک ایک پائیدار مادہ ہے اس لیے یہ بحری ماحول کے لیے مسائل پیدا کر سکتا ہے۔ پلاسٹک نہ تو پانی میں گھلتا ہے، نہ بحری جاندار اس سے غذا

حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ مادہ کئی ہزار برسوں تک سمندروں میں اسی طرح موجود رہ سکتا ہے۔ امریکی ماہرین نے سمندوں کی پانی کی سطح سے کوڑا جمع کیا ہے اور اس پر لیبارٹریز میں تحقیق کی جارہی ہے۔ سمندروں میں جو پلاسٹک موجود ہے، وہ کسی ایک جگہ جمع نہیں بلکہ یہ بہت وسیع علاقے پر پھیلا ہوا ہے۔ اسے پلاسٹک کا شوربہ کہنا غلط نہیں ہوگا، جو ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک پھیلا ہوا ہے۔ بعض اوقات جانور اس پلاسٹک کو غذا سمجھ کر کھانے کی کوشش کرتے ہیں یا اپنے بچوں کو کھلا دیتے ہیں۔ ہر سال کئی سو بحری پرندے، مچھلیاں اور کچھوے پلاسٹک کھانے سے مرجاتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق قریباً 43 فی صد بحری جانوروں، 86 فی صد سمندری کچھووں اور 44 فی صد سمندری پرندوں کے پیٹ میں پلاسٹک پایا جاتا ہے یا ان کے گرد لپٹا ہوتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ انھوں نے بحرالکاہل کے شمالی علاقوں سے جو مچھلیاں جمع کیں ان میں سے قریباً 35 فی صد کے پیٹ میں پلاسٹک کے ٹکڑے موجود تھے۔ اس کے علاوہ عالمی سطح پر سمندروں میں پلاسٹک کی ردی کے پھیلاو اور آبی حیات اور انسانوں پر بحری آلودگی کے منفی اثرات کے بارے میں آگہی پیدا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ ماہرین کے مطابق سمندروں میں پانچ خطے ایسے ہیں، جہاں دنیا میں ضائع کیا جانے والا بیشتر پلاسٹک جمع ہوجاتا ہے۔ ان خطوں میں زمین کی گردش اور پانی کے بہاو کی وجہ سے ایک ایسا بھنور وجود میں آتا ہے، جہاں پانی کی گردش میں کوڑا کرکٹ جمع ہوسکتا ہے۔

09431015205 0612 - 2675321

ہر قسم کی عمدہ اور فرحت بخش چائے کا مرکز

ڈائمنڈ ٹی کمپنی

DIAMOND TEA CO.

دریاپور گولہ، باری پتھ، پٹنہ - ۴

علمائے دیوبند کا فکری اعتدال اور اس کی جامعیت

عبدالمنان قاسمی، حجۃ الاسلام اکیڈمی، دارالعلوم وقف دیوبند

''علمائے دیوبند'' ایک صالح فکر اور راست سوچ کی جامعیت اور ''اہل سنت والجماعت کے حقیقی ترجمان کی حیثیت سے روز اول سے ہی مشہور ومعروف ہیں۔ ان کے افکار ونظریات، خصوصیات وامتیازات اور ان کے اوصاف وکمالات سب اہل سنت والجماعت ہی کے ہیں، الگ سے کوئی شئ نہیں۔ اس جماعت نے اہل سنت والجماعت ہی کے افکار ونظریات کو اپنی تگ ودو کا مرکز بنایا اور مختلف اسباب وعوامل اور وجوہات کی وجہ سے امت مسلمہ میں پیدا ہونے والی تمام فکری وعملی بے راہ رویوں، بے اعتدالیوں، کج روشوں اور زیغ وضلالت کی گھٹا ٹوپ اندھیروں کو اپنے علم وحکمت اور خداداد بصیرت وفراست سے بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

بلاخوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے، بشرطیکہ عقل سلیم اور فکر صائب کی دولت سے بہرہ ور ہوں، کہ ترجمانِ اہل سنت والجماعت علمائے دیوبند برصغیر میں مسلمانوں کی فکری، علمی اور عملی قیادت وسیادت کے لیے انتہائی سنگین اور ناگفتہ بہ حالات میں فرستادۂ خداوند عالم ہیں، جن کا سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، الغرض ہر حرکت وسکون لوجہ اللہ اور خداوند قدوس کی رضا جوئی کے لیے ہی ہوتا ہے۔ خدا نے اس جماعت میں اتنی خوبیاں اور اچھائیاں رکھی ہیں، کہ ان کا کوئی شمار وحساب ہی نہیں۔ دین میں کسی بھی طرح کی کمی بیشی اور قطع وبرید کو یکسر رد کرتی ہے، اور دین کے معاملہ میں اصول قدیم اور تطبیق وتنفیذ بطرز جدید کی قائل ہے۔

ہر میدان میں یکتائیت اور انفرادیت عطا ہوئی ہے، فکر وعمل میں جامعیت اور امتیازیت کی بیش بہا دولت سے سرفراز کی گئی ہے، اعتدال اور استقامت کے خزانے سمو دیے گئے ہیں، امتثالِ اوامر اور اجتنابِ نواہی کی قوت ودیعت رکھ دی گئی ہے، الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کے جواہر پارے پیوست کردیے گئے ہیں اور احتساب وتزکیۂ نفوس کا ملکہ اور اصلاحِ ناس اتحادِ خلق تحت کلمۂ واحدہ کے لعل وگوہر سے عزت بخشی گئی ہے۔ کج روی وکج روشی سے تنفر کامل، بدعات ورسومات واہیات اور خرافات وفضولیات سے اجتناب کلی، دینی امور میں دراندازی ودرماندگی پر سخت گیر وغیرہ وغیرہ۔

اہل سنت والجماعت کے فکری وعملی وارثین: علمائے دیوبند اور ان کے روشن کارناموں کی اہمیت وافادیت اور ان کی جامعیت پر واقفیت، اور ان کی صداقت وسچائی کو جاننے کے لیے پہلے اس جماعت کی بنیادوں کو جاننا ہوگا اور خاص طور سے اس کی مسلکی اعتدال وجامعیت سے باخبر ہونا نہایت ضروری ہے؛ کیوں کہ اس کے بغیر صرف زبانی دعویٰ معلوم ہوتا ہے، اور زبانی دعوی کی صداقت اس کی بنیاد سے ہوتی ہے۔ یعنی بنیاد جتنی مضبوط اور پختہ ہوگی، اس پر کھڑی ہونے والی عمارت بھی یقیناً مضبوط ومستحکم اور ٹھوس ہوگی۔ اسی لیے یہ ننگِ امت بامدادِ خداوندی وتوفیق ایزدی **''علمائے دیوبند کا فکری اعتدال اور اس کی جامعیت''** کو موضوع بنا کر چند سطور لکھنے کی کوشش وسعی کر رہا ہے۔

مسلک دیوبند، یا اہل سنت والجماعت:

''علمائے دیوبند'' عصر حاضر میں اہل سنت والجماعت کے معتدل اور متوازن افکار ونظریات کے حامل ہیں، ان میں اہل سنت والجماعت کے تمام اصول، خصوصیات اور علمی وعملی امتیازات بغیر کسی کمی زیادتی کے موجود ہیں۔ اسی لیے علمائے دیوبند کا صحیح تعارف کرانے کے لیے اہل سنت والجماعت کے بنیادی اصول اور تعارف سے واقف ہونا ناگزیر ہے۔

اہل سنت والجماعت کی تعریف:

اہل سنت والجماعت حقیقت میں اس باتوفیق، خوش نصیب اور نیک بخت جماعت کا عنوان ہے، جس نے ہر دور میں علمی، عملی اور فکری امانتوں کی حفاظت کی ہے، اور ہر صدی، ہر قرن اور ہر زمانہ میں صراط مستقیم اور سیدھی راہ پر گامزن رہی ہے۔ اسلام کی نشر اشاعت اور اس کی تبلیغ جس کا ہدف اساسی اور مقصد حیات ہے۔ شمع اسلام کو ہر طرح کے طوفانوں، یلغاروں اور تحدیات وچیلنجوں سے محفوظ رکھنا جس کا امتیازی شعار ہے، اور جس کی بے مثال قربانیوں اور وفاشعاریوں سے اسلام کی فکری، علمی، اور عملی سرحدیں ہر دور میں محفوظ رہی ہیں، اور جس نے تمام شعبہ ہائے دین کی آبیاری کا فریضہ بخوبی انجام دیا ہے، جس کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

اہل سنت والجماعت وہ نجات یافتہ، کامیاب اور بامراد جماعت ہے، جس کے بارے میں حضرتِ لولاک علیہ وعلی آلہ وجمیع اصحابہ افضل الصلوات والتسلیمات کی پیشین گوئی موجود ہے کہ: وہ امت کے

اختلاف، تنازع، تفرقہ اور فتنہ انگیزی کے دور میں بھی حق پر قائم اور صدائے حق کا پرچم لہرائے ہوئے ہوگی، جس سے علم وعرفاں کی شمع فروزاں رہے گی، اور متانت واستقامت کی قندیلیں روشن ہوں گی، اور دین متین کا اصل چہرہ ہر طرح کی آلودگیوں سے محفوظ رہے گا۔ اور اس کی اصل شکل وصورت زیغ وضلالت، کج روی وکج روشی، گمرہی اور بددینی وبدنیتی کے بادسموم سے محفوظ رہے گی۔

اس سلسلہ میں بے شمار روایتیں ہیں، جن سے اس قسم کے مضامین کا علم ہوتا ہے، جن میں امت مرحومہ کے صحیح اور ناجی فرقہ کی نشان دہی کی گئی ہے اور محدثین عظام نے ان کا مصداق ''اہل سنت والجماعت'' ہی کو قرار دیا ہے۔ (مفتی محمد نوشاد نوری قاسمی، **اہل سنت والجماعت: تعارف اور خصوصیات**، (الہند: حجۃ الاسلام اکیڈمی، دارالعلوم وقف، دیوبند، د.ط۔، د.ت) ص:۵) ذیل میں کچھ روایات پیش کی جارہی ہیں:

(۱) جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ؛ حَتَّى يَأْتِيْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذَالِكَ. (مسلم)

میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ غالب رہے گی، حق پر قائم رہے گی، اس کے مخالفین اس کو کچھ نقصان نہیں پہونچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم یعنی قیامت آجائے گی اور وہ انہیں خصوصیات کے ساتھ باقی رہے گی۔

(۲) حضرتِ وجہ کائنات، صاحبِ جودوکرم ﷺ نے فرمایا:

''یہ دین ہمیشہ باقی رہے گا، مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے لیے لڑتی رہے گی، یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے گی''۔ (ایضا)

اس حدیث مبارکہ میں اس خاص جماعت سے مقصود ومطلوب اور مراد ''اہل سنت والجماعت'' ہیں۔

(۳) باعثِ تخلیق کون ومکاں، حضرت لولاک علیہ وعلی آلہ افضل الصلوات والتسلیمات نے اپنی زبان مبارک سے یہ سنہرے الفاظ ارشاد فرمائے:

''اللہ تبارک وتعالیٰ اس دین میں برابر ایسے پودے لگاتا رہے گا، جنہیں وہ اپنی اطاعت میں استعمال کرے گا''۔ (ابن ماجہ شریف)

اسی طرح اور بھی بہت سی روایات ہیں، جن میں ایک جماعت کے حق پر قائم رہنے کی طرف اشارہ موجود ہے۔ جیسے مسند احمد کی حدیث (نمبر: ۱۲۴۷۹) میں بنی اسرائیل کے اکہتر فرقوں میں تقسیم ہونے اور اس امت محمد یہ کے بہتر فرقوں میں تقسیم ہونے اور ان میں صرف ایک فرقہ کے کامیاب ہونے کی بات کہی گئی ہے۔ اور اسی طرح ترمذی شریف کی حدیث (نمبر: ۲۶۴۱) میں بنی اسرائیل کے بہتر فرقوں میں بٹ جانے اور امت مرحومہ کے تہتر فرقوں میں منقسم ہوجانے کی بات کی گئی ہے، اور اس میں بھی صرف ایک فرقہ کو ناجی اور کامیاب قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ پوچھنے پر کہ وہ جماعت کون سی ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" فرمایا۔ یعنی وہ شریعت جس پر میں اور میرے صحابہ قائم ہیں (اس کی پیروی کرنے والی جماعت)۔

ان روایات میں جس ایک جماعت کے ناجی اور کامیاب وکامران ہونے کا اعلان کیا گیا ہے اور اس کی جو علامات اور نشانیاں بتائی گئیں ہیں، وہ صرف اور صرف اہل سنت والجماعت ہی میں پائی جاتی ہیں؛ اس لیے یہ کہنا بلا خود تردید صحیح ہوگا کہ اس جماعت سے مراد "اہل سنت والجماعت" ہی ہیں۔ (دیکھیے: مفتی محمد نوشاد نوری قاسمی، اہل سنت والجماعت: تعارف اور خصوصیات، ص: ۶/۷)

اہل سنت والجماعت کے عناصر ترکیبی کا تجزیہ:

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ کسی چیز کے بارے میں جاننا ہو، تو سب سے پہلے اس کے نام کے بارے میں جاننا چاہیے؛ کیوں کہ نام معلوم ہونے سے کسی حد تک اس کا تعارف ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اہل سنت والجماعت کے بارے میں جاننا ہو، تو اس کے عناصر ترکیبی کو تو جاننا لازم ہی ہوگا، جس میں کمال اعتدال اور توسط کا جوہر پیوست ہے، ان کے اس مسلکی لقب (اہل السنّت والجماعت) پر ہی غور کرلیا جائے، تو اس کی بنیادیں خود بخود کھل کر سامنے آجائیں گی اور اس کی نوعیت اعتدال اور توسط اور جامعیت بھی نمایاں ہوجائے گی۔

حضرت العلام، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نور اللہ مرقدہ، سابق مہتمم دار العلوم دیوبند رقمطراز ہیں:

"یہ لقب دو کلموں سے مرکب ہے: ایک "السنۃ" اور ایک "الجماعۃ"، ان دونوں کے مجموعہ ہی سے ان کا مسلک بنتا ہے، تنہا کسی ایک کلمہ سے نہیں۔ "السنۃ" کے لفظ سے قانون، دستور، طریق ہدایت اور صراط مستقیم کی طرف اشارہ ہے، جس پر چلنے کا امت کو امر کیا گیا ہے:

هَـــذَا صِـــرَاطِـيْ مُسْتَقِيْمًا فَـاتَّبِعُـوْهُ، وَلَا تَـتَّـبِـعُـــوْا الـسُّـبُـلَ فَـتَـفَـرَّقَ بِـكُـمْ عَـنْ سَـبِـيْـلِـهِo(انعام: ۱۵۳)

یہ میرا راستہ ہے، جو کہ مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو، اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی۔

اور ''**الجماعة**'' کے لفظ سے ذوات قدسیہ، شخصیات مقدسہ اور اہل صدق وصفا، رہنمایانِ طریق کی طرف اشارہ ہے، جن کی رہنمائی اور معیت وتربیت میں اس صراط مستقیم اور راہ تقویٰ پر چلنے اور اسے سمجھنے کا امر کیا گیا ہے:

يٰأَيُّهَـا الَّـذِيْنَ آمَـنُـوْا اتَّـقُـوْا الـلّٰـــهَ وَكُـوْنُـوْا مَـعَ الـصّٰـــدِقِيْنَo(توبه:

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، اور سچوں کے ساتھ رہو! (سورہ توبہ)

جس سے ظاہر ہے کہ اس مسلک میں اصول وقوانین بغیر ذوات کے اور ذوات بغیر اصول وقوانین کے معتبر نہیں، جب کہ قوانین خود ہی ان ذوات کے ذریعہ ہم تک پہونچے ہوے ہیں اور خود ذوات بھی ان قوانین ہی کے ذریعہ پہچانی گئی ہیں ہیں اور واجب الاعتبار بنیں''۔ (حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحبؒ، **علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج**، (الہند: مکتبہ ملت، دیوبند، د.ط، د.ت)، ص: ۲۸/۲۷)

اہل سنت والجماعت کے افکار ونظریات کے مآخذ:

اہل سنت والجماعت اپنے سب سے بڑی خوبی اور علامت یہ ہے کہ وہ عقیدہ اور عمل میں صحیح اسلامی افکار واعمال کے پابند ہوتے ہیں، ان پر وہ کسی طرح کی کمی بیشی کو ناجائز تصور کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مآخذ ومصادر اتنے مضبوط ہیں کہ ان کو کسی طرح اجازت نہیں دیتیں اور وہ خود ایسی شخصیات ہوتی ہیں، جوان کے تحفظ کو اپنی ذات کا تحفظ گردانتی ہیں؛ اس لیے ذیل میں ان کے مآخذ کا ایک اجمالت خاکے پیش کیا جاتا ہے:

(۱) **قرآن کریم:** قرآن کریم پوری شریعت اسلامیہ کا خلاصہ اور ماخذ ہے۔ یہ کتاب ہدایت ہے، جس میں پوری انسانیت کیلئے ہدایت کا سامان موجود ہے۔

یہی نہیں کہ صرف رہتی دنیا تک کیلئے سامان عبرت ہے؛ بلکہ اس میں سابقہ اقوام کی شکست وریخت کی اجمالی داستان اور تاریخ؛ مگر انتہائی جامع اور موجز، اور سحر انگیز طور پر ہر درجہ، ہر طبقہ، ہر قرن، ہر صدی اور اعلیٰ وادنیٰ اور متوسط؛ سب کے سمجھنے کی چیز بنا کر پیش فرمادی۔ اگرچہ اس کے ساتھ فہم مستقیم اور عقل سلیم درکار ہے۔

سابقہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والے اور ان کی کامیابی و کامرانی کا مکمل خدوخال نمایاں ہو جاتا ہے۔

(۲) احادیث صحیحہ: شریعت مقدسہ کا دوسرا اور بہت ہی تفصیلی ماخذ جناب سرورِ کونین ﷺ کی احادیث شریفہ ہیں۔ حضرتِ باعثِ کُن فُکاں علیہ السلام کی کی بعثت کے اہم مقاصد میں سے تعلیم قرآن بھی ہے، لہذا آپ نے قرآن مجید کی صحیح تشریح و تفسیر کھول کھول کر بیان فرمادیں۔

(۳) اجماع امت: عقیدہ کے باب میں اہل سنت والجماعت کا تیسرا ماخذ ہے "اجماع امت"۔ امت میں سب سے پہلا درجہ حاصل ہے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو؛ لہذا اجماع میں بھی سب سے پہلے انہیں حضرات قدسیہ کے اجماع کا اعتبار کیا جائے گا۔ دوسرے درجہ پر بعد والوں کا اجماع بشرط وجود جمیع شرائط۔

(۴) آثار صحابہؓ: عقیدہ کے باب میں اہل سنت والجماعت کا اہم ترین ماخذ "آثار صحابہ" ہیں۔ صحابہ وہ خوش نصیب جماعت ہیں، جن کو اللہ نے اپنے آخری نبی ﷺ کی صحبت کیلئے منتخب فرمایا۔ یہ حضرات آپ علیہ السلام کی تئیس سالہ محنت کا نچوڑ اور ثمرہ ہیں۔ بہت سی روایات میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس امت کا پاسبان قرار دیا گیا ہے، تو ظاہری بات ہے کہ ان کے اقوال بھی اسی قدر اہمیت کے حامل ہوں گے۔

اہل سنت والجماعت کی امتیازی خصوصیات:

اہل سنت والجماعت وہ بانصیب طبقہ ہے، جس کی تعریف اور اس کی امتیازی خصوصیات کا تذکرہ قرآن وحدیث میں آیا ہے، جن کی روشنی میں ہر زمانہ میں اس جماعت کی شناخت کی جاسکتی ہے۔ ذیل میں چند نمایاں خصوصیات و امتیازات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

(۱) اعتدال فکر ونظر: "اعتدال فکر ونظر" شریعت اسلامی کی سب سے بڑی خوبی ہے، اسی اعتدال نے اس کو جامعیت بخشی ہے، جس میں ہر ہر شئی کے حقوق بالتفصیل بیان کیے گئے ہیں؛ حتی جانوروں کے حقوق بھی واضح کیے گئے۔ انسانیت کی خیر خواہی اور بھلائی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا، جس سے نقص لازم آئے اور اس پر ہر چیز میں اعتدال اور توسط کی ایسی تعلیم دی گئی کہ اس سے سر مو انحراف بھی مواخذہ سبب بن سکتا ہے۔

(۲) اتباع سنت: اعتدال فکر ونظر کے بعد عملی اعتبار سے اہل سنت والجماعت کی سب سے بڑی خوبی، نمایاں خصوصیت اور امتیازی شان "اتباع سنت" ہے۔

سنت سے مراد نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور آپ کی موجودگی میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کے کیے گئے وہ اعمال وافعال ہیں، جن پر آپ نے نکیر نہ فرمائی ہو۔

جناب نبی کریم ﷺ کی سنت شریعت مطہرہ کا دوسرا سب سے بڑا اور مفصل سر چشمہ ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو قرآن کا شارح، مترجم اور مفسر بنا کر بھیجا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

''وَأَنْزَلْنَا اِلَيْکَ الذِّکْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَکَّرُوْنَ''(النحل: ۴۴)

نبی کریم ﷺ کی تشریحات درحقیقت اللہ کی تشریحات ہیں؛ اس لیے علمائے امت ''حدیث'' کو ''وحی غیر متلو'' کہتے ہیں۔ اور یہ بات بے دلیل نہیں ہے؛ بلکہ اس پر شاہد موجود ہے، قرآن کریم کی آیت:

''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَی؛ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحَی'' (النجم: ۳/۴)

اس کے علاوہ اور بھی متعدد مقامات پر قرآن وحدیث میں سنت پر ایمان لانے، ان پر عمل کرنے، ان کے سیکھنے سکھانے اور ان کی حفاظت کرنے کی بڑی ترغیب آئی ہے۔ چناں چہ ارشاد باری ہے:

''وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ، وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا''(الحشر: ۷)

''يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْکُمْ؛ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ، فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ؛ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ'' (النساء: ۵۹)

جناب وجہ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑیں ہیں، ان کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے: ''کتاب اللہ'' اور ''میری سنت''۔ (رواہ الحاکم)

کتاب وسنت کی مذکورہ بالا تصریحات سے ''سنت نبویہ'' کی اہمیت واضح ہے۔ یہی نہیں، اس کے علاوہ بھی متعدد آیات وروایات ہیں، جن میں اس طرح کے مضامین مروی ہیں۔ درحقیقت اسلامی تہذیب، اسلامی عقائد، اعمال واخلاق، نیز اسلامی نظام حکومت ونظام اقتصاد ومعیشت اور دیگر تمام اسلامی شعبے اپنی تطبیق اور عملی رنگ میں سنت نبوی کی مرہون منت ہیں۔ (دیکھئے: مفتی نوشاد نوری قاسمی، **اہل سنت والجماعت: تعارف اور خصوصیات**: ۲۲/۲۳؛ قاری محمد طیب صاحب، **علماء دیوبند اتجاہہم الدینی ومزاجہم المذہبی**، تعریب: مولانا نور عالم خلیل امینی، (الہند: دار العلوم، دیوبند، ط۲، ۱۴۳۳ھ)، ص: ۱۱۸)

(۳) تجدید دین اور حفاظت دین:

اہل سنت والجماعت کا تیسرا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ان سے احیائے دین اور تجدید دین کی خدمت لی ہے۔ یعنی دین میں آئے جاہلانہ رسومات اور غیر شرعی چیزوں سے شریعت کو الگ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ دین کو اپنی اصل حالت کی طرف لوٹانے میں کامیاب رہے ہیں۔ ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ اس امت کے نفع کے واسطے ہر سو برس پر ایک شخص کو بھیجتا ہے، جو اس کے دین کی تجدید کرتا ہے''۔ (اخرجہ ابوداؤد فی سننہ، حدیث: ۴۲۹۱)

اس حدیث کے تحت محدثین عظام نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ کلام کیا ہے اور مجدد کے شرائط، اس کی صفات اور ہر دور میں مجدد دین کی تعین کی کوشش کی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہر دور میں شانِ مجددیت کے حاملین علمائے کرام کی تعداد بہت مختصر رہی ہے؛ لیکن بفضل اللہ یہ سلسلہ اس امت میں ہر دور میں باقی ہے۔ (دیکھئے: مفتی محمد نوشاد نوری قاسمی، اہل سنت والجماعت: تعارف اور خصوصیات، ص: ۴۳/۴۴)

''علمائے دیوبند کا فکری اعتدال اور اس کی جامعیت'' کے یہ چند نمونے پیش کیے گئے۔ درحقیقت اس کی اگر فکری وعملی اعتدال اور جامعیت پر گفتگو کی جائے، تو وہ طویل صفحات کے متقاضی ہیں۔ ان چند اوراق میں ظاہر سی بات ہے کہ اس کی ایک جھلک اور مختصر سا نمونہ ہی پیش کیا جاسکتا ہے، تفصیل کی گنجائش کیوں کر ہوسکتی ہے۔ تاہم اس کے ان چند نمونوں سے یہ بات واضح ہو ہی گئی ہے کہ ''دیوبند''، یا ''دیوبندیت'' کوئی الگ مسلک، یا کوئی نیا فرقہ نہیں ہے؛ بلکہ اہل سنت والجماعت ہی کا ایک ترجمان گروہ کا نام ہے، جو جائے وقوع ''دیوبند'' کی طرف منسوب ہوگیا۔ علمائے دیوبند کا ہیڈ کوارٹر اور مرکز چوں کہ دیوبند ہے؛ اس لیے برصغیر میں علمائے اہل سنت والجماعت کو ''دیوبندی'' کہا جاتا ہے۔

حرف اخیر:

''علمائے دیوبند کا فکری اعتدال اور اس کی جامعیت'': یہ ایک ایسا فکری موضوع ہے، جو گہرائی اور گیرائی کے ساتھ ساتھ تشعبات وفروعات اور شاخوں کے پیچ وخم میں الجھا ہوا؛ مگر بہت ہی خوب صورت اور انتہائی حسین اجزا پر مشتمل ہے، جس پر مجھ سے نااہل اور نامعقول طالب علم کا لب کشائی کرنا یکسر نامعقول، غیر مناسب اور بے معنی ہے؛ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ کوشش بھی نہیں کرسکتا؛ بلکہ کرنی چاہیے۔ ہاں اتنی

بات معقول ہے کہ اس کے جملہ عناصر کا احاطہ کرنا احقر کیلئے ناممکن اور محال ہے، تاہم جتنا ہوسکا خامہ فرسائی کی جرأت کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی امداد واعانت اور توفیق سے جہد مسلسل اور سعیٔ پیہم کے بعد یہ رشحات قلم چند صفحات پر بکھیرنے میں کامیاب رہا۔

اس موضوع پر خامہ فرسائی کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ علمائے دیوبند کا فکری اعتدال بہت ہی مضبوط اور مستحکم بنیادوں اور اصولوں پر قائم ہے، جس پر قائم رہتے ہوئے اس میں کبھی زوال نہیں آسکتا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! مزید برآں اس جماعت کو ایسے ایسے رجال کار ملتے گئے کہ جنہوں نے اس میں مزید پختگی اور مضبوطی لانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ایسی ایسی عبقری شخصیات اور علوم وفنون کی جامع ہستیاں میسر ہوتی رہیں، جن کی لازوال خدمات سے اس کو چار چاند لگ گئے اور دنیائے انسانیت پر اپنا سکہ جما دیا۔

اس پر صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل ہے، وہ اپنا فضل جس کو، جب اور جہاں چاہے، بلاتفریق عرب وعجم، وسفید سیاہ عطا کرسکتا ہے۔ اور اس کیلئے نہ اس کو کسی کے مشورہ کی ضرورت ہے اور نہ کسی کی توجہ حاجت ہے۔ وہ یکتا اور اکیلا ہے اور اپنے کام میں کسی کی دخل اندازی کو برداشت نہیں کرتا۔

خیر احقر نے یہ اس تمام ردّ وکد سے یہ نتیجہ برآمد کیا ہے کہ اس وقت روئے زمین کی پشت پر اگر کوئی جماعت صحیح معنی میں اہل سنت والجماعت کا ترجمان ہے، تو وہ علمائے دیوبند ہیں اور اس بات پر اس کا فکری اعتدال شاہد عادل ہے۔ ○❖○

بچے خوف زدہ کیوں ہوتے ہیں؟

بعض بچے توجہ حاصل کرنے کیلئے بھی ڈر یا خوف کی اداکاری کرتے ہیں۔ اسی طرح بعض بچے زیادہ بہادر بننے کی کوشش میں اصل ڈر چھپانے کی کوشش کرتے ہیں کچھ بچے روزمرہ کے عوام جیسے نہانے حتیٰ کہ جھولا جھولنے سے بھی خوف زدہ رہتے ہیں اس لئے والدین کو چاہیے کہ بچے کا ڈر چاہے حقیقی ہو یا غیر حقیقی اس کا بغور جائزہ لیں اور اس کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ ضرورت پڑنے پر معالج سے بھی مشورہ کریں اس امر کو ہرگز نظر انداز نہ کریں ورنہ آگے چل کی یہ ڈر بچے کا شعور متاثر بھی کرسکتا ہے اور اس کی شخصیت پر منفی اثرات مرتب کرنے کا بھی سبب بن سکتا ہے۔ ○❖○

گوشہ خواتین

خواتین کا عالمی دن!

صدف ایمان

ہر سال مارچ کے مہینے میں خواتین کا عالمی دن زور وشور سے منایا جاتا ہے۔خواتین کے حقوق کی بات کی جاتی ہے اور ان کی حیثیت کو ایک دن کیلئے تسلیم بھی کر لیا جاتا ہے۔لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا ہمیں ہمارے حقوق ایک مسلم گھرانے میں آنکھ کھولتے ہی مل جاتے ہیں۔قبل از اسلام عورت کے حقوق پامال تھے نہ ان کی عزت تھی اور نہ ہی ان کی عظمت کی حفاظت۔اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو مغربی تہذیب ہمیں آج یعنی صنف نازک کے حقوق کی بات آج کر رہی ہے اور ہم لوگ یہ دن عالمی طور پر اسکولز، کالجز اور دیگر جگہوں پر تقریبات کر کے مناے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں ''خواتین کے حقوق'' وہی بات اگر ہم اپنے اسلام اور مذہب پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس میں عورت کو جتنی عزت دی گئی کسی اور مذہب میں حاصل نہیں ہے۔

اسلام ہی وہ روشن مشعل ہے جس کی کرنوں نے ایک مسلم عورت کو مان، شان، عزت، عصمت، عافیت، تحفظ، تسکین سے جاوداں کر دیا۔یہاں تک کہ جنت کا مالک بنا دیا۔مغربی اور مشرقی تہذیب دو الگ الگ چیزیں ہیں دونوں تہذیبوں کا نقطہ نگاہ کلی طور پر الگ الگ ہے اور اگر دیکھا جائے تو دونوں کی سمت بھی جدا جدا ہیں پھر بھی ہماری آنکھیں مغربی تہذیب کی چکا چوند سے خیرہ ہیں وہاں کی عورت جو لباس زیب تن کر لے اس میں عزت سمجھی جاتی ہے لیکن اس بات پر غور نہیں کرتی کہ ہمارے مذہب اسلام میں عورت کو جتنے حقوق دیئے گئے ہیں اور جو مقام دیا گیا کیا کسی اور مذہب میں اس کی مثال ملتی ہے؟ مذہب اسلام میں عورت کو ''اچھوت'' نیچ نہیں کہا گیا۔ اسلام سے قبل عورت کا جائیداد میں کوئی حصہ نہیں تھا اور نہ عورت کو اس قابل سمجھا کہ وہ کسی حصہ کی دعویدار ہوتی۔مگر مذہب اسلام نے عورت کا جائیداد میں حصہ مقرر کیا۔سوتیلی بیٹی، سوتیلی ماں تک کو احترام دیا گیا۔اس مقدس کتاب قرآن جو تمام کتابوں سے افضل ہے، عورت سے متعلق واضح احکامات صادر فرمائے گئے اور یہاں تک کہ ایک پوری سورت (سورہ نساء) عورت پر اتاری گئی۔عورت کی مالی حالت کو بھی مستحکم کیا۔شادی کیلئے مہر مقرر کیا گیا،

مہر پر اسے اختیار دیا گیا۔ مردوں کا پابند کیا گیا کہ وہ خوش دلی سے مہر ادا کریں۔

عورت کو چھوڑنے جیسے طلاق، خلع کے قوانین واصول بیان کئے گئے۔ ان سب کے باوجود مسلم عورتیں مغرب سے متاثر نظر آتی ہیں۔ تف ہے ہم پر کہ اس تہذیب سے جس میں شادی کرنے سے پہلے سالوں انڈر سٹینڈنگ کے نام پر ساتھ گزارے جانے میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ جہاں کی عورت لمحہ لمحہ چوراہوں پر کھڑی نظر آتی ہے۔ جہاں جب چاہا عورت کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور جب چاہا اپنا لیا جاتا ہے۔ جہاں کی عورت کپڑے پہننے کے نام پر کترنیں پہنتی ہے۔ کھلا نظارہ، کھلی آزادی کے نام پر بے حیائی کی زینت ہے، عورت کو مقدس بنا دیا۔ چار دیواری میں اس کے تحفظ کے حقوق مقرر کر دیئے گئے۔ ماں کا رتبہ عطا کر جنت کا مالک بنا دیا۔ اگر بیٹی بنایا تو گھر میں نازل ہونے والی رحمت قرار دیا۔ اس شخص کو جنت کی ضمانت دے دی۔

خود دو جہاں کے محبوب حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے بیٹیوں کی اچھی پرورش کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ بہن کی صورت میں بھائی کا مان بنا دیا اور بیوی کی صورت میں مکمل گھر ہستی عطا کر کے سکون بنا دیا۔ تو کیا پھر یہ ہماری کم نصیبی نہیں ہے کہ ہم نے نہ ہی اچھی ماں بن کر اسلامی خطوط پر اولاد کی پرورش کی۔ نہ اچھی بیٹی بن کر اپنی رحمت کو ثابت کرسکیں۔ نہ اچھی بہن کر بھائیوں کے مان کو برکت دے سکیں۔ اور نہ ہی اا چھی بیوی بن کر شوہر کی تسکین کا باعظ بن سکیں اس کی جگہ تلخی وعذاب بن گئیں۔ بالکل ہے ہماری کم نصیبی کہ جب ہمارے مذہب نے اتنے حقوق عطا کر دیئے۔ اتنا احترام، اتنا مان، اتنی عزت وعرفت عطا کر دی تو ہم کسی اور کیوں متاثر ہوں۔

بات خواتین کے عالمی دن کی نہیں ہے، بات یہ ہے کہ جو تہذیب جو قانون ہیں ایک دن کیلئے حقوق دیتی ہے وہی حقوق ہمارے اسلام نے، ہمارے مذہب نے ہمیں مستقل طور پر عطا کر دیئے تو ہم عارضی طور اپنے حقوق کیوں لیں؟ جب ہمیں دائمی حقوق ملے ہوئے ہیں، اسلام نے حقوق اور ذمہ داریوں کا دائرہ الگ کر کے مرد وعورت کے مقام کا واضح طور پر تعین کیا ہے۔ اور اس وقت اسی مغربی تہذیب جو حقوق نسواں کے علمبردار بنے ہوئے ہیں اور اسکا اقرار بھی کیا ہوا ہے جبکہ اسی تہذیب نے نسوانی حرمت کی توہین بھی سب سے زیادہ کی ہے۔ اور یہی تہذیب عورتوں کے حقوق کی بات کرتی ہے اور ہماری مسلم خواتین ان کی قید میں ظلم وستم سہتی ہیں۔

اس کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ مغربی تہذیب عافیہ صدیقی جیسی کتنی خواتین کی بے حرمتی کر چکی ہے

اور کررہی ہے لیکن ہم صرف ان کی زبان دیکھتے ہیں ان کا عمل نہیں۔ ہمیں ان کی وہ سازشیں نظر نہیں آتیں جو وہ مسلم اقتدار کی پامالی کیلئے کرتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم مغربی تہذیب کیلئے کھلونے بنے ہوئے ہیں اور انہیں مکمل اجازت دی ہوئی کہ وہ ہم سے جس طرح چاہیں فائدہ اُٹھائیں۔ میرا مقصد صرف اتنا ہے کہ ہمیں اپنے حقوق کا ادراک ضرور ہونا چاہیے انہیں لینے کے لیے کوشش بھی کرنی چاہیے لیکن حقوق بھی وہ جو دائرہ اسلام میں ہو۔ بے راہ روی میں داخل ہوتے ہوئے نہ ہوں۔ وہ حقوق جن میں ہماری عزت ہو نہ کہ توہین ہو۔

صرف اتنا کہوں گی کہ اموت المومنین رضی اللہ عنہا ہمارے لیے مثال ہیں۔ انہوں نے بھی ماں، بیٹی، بہن، بیوی کے منصب نبھائے اور ایسے نبھائے کہ دنیا انگشت دندان رہ گئی۔ نہ ہی انہوں نے آزادی کے نعرے لگائے اور نہ ہی بے پردگی اپنائی۔ پھر ذرا سوچیں ہم ان کے بارے میں ایک غلط لفظ بولنا تو درکنار، سوچ بھی نہیں سکتے۔ آخر ایسا کیوں؟ بہت آسان جواب ہے کہ انہوں نے اسلامی تعلیمات سے روگردانی نہیں کی تھی۔ اسی طرح ہماری بقاء بھی ہمارے مذہب میں ہے۔ ہمارے اسلامی اور شرعی حقوق میں ہے۔ دوسری جانب مردوں کو چاہیے کہ جب عورتیں ان کے حقوق کا خیال رکھتی ہیں تو وہ بھی ہر صورت میں ان کے حقوق کی پاسداری کریں۔ چاہے وہ ماں کے حقوق ہوں یا پھر بہن، بیوی، بیٹی کے حقوق۔ اور صرف اتنی نصیحت کہ اسلام نے عورت کو تقدس بخشا ہے۔ اسکے چلنے، پھرنے، اٹھنے اور بیٹھنے سے لے کر اسکے سجنے، سنورنے تک ہر ہر چیز پر ایک مقدس عطا کر کے اسے نکھار دیا ہے۔ اسلام نے عورت کے قدم کو تقدس دیا کہ وہ آہستہ چلے کہ اسکی طرف اٹھنے والی نگاہ میں احترام ہو جائے۔ اسلام نے عورت کے چہرے کو تقدس دیا کہ وہ گندی اور بھوکی نظروں سے محفوظ رہے۔ اسلام نے عورت کو تقدس دیا ہے کہ وہ ہر گندگی اور غلط بات سے محفوظ رہے۔ صرف اسلام سمجھنے کی بات ہے۔ کاش ہر مسلمان عورت اپنی شان، تقدس اور مقام پہچان لے۔ رب تبارک وتعالیٰ ہر مسلم عورت کی روا کی حفاظت فرمائے اور اس کو عافیت وتحفظ میں رکھے۔ آمین!

کسی نے آپ کو گالی دی، اس کے جواب میں آپ نے کہا: اللہ تمہیں معاف فرمادے، ممکن ہے یہی آپ کا عمل باعث جنت بن جائے۔

اطفال

آنکھیں کھل گئیں

انظار احمد صادق-الحراء پبلک اسکول،شریف کالونی، پٹنہ

قطب کو شہر آئے کئی روز گزر گئے لیکن کوچنگ کے لیے کوئی مناسب جگہ نہیں مل پا رہی تھی، جس کی بنا پر وہ اندر سے بے حد فکر مند تھا۔ اجنبی جگہ، اجنبی لوگ اور اجنبی شہر۔ دور دور تک کوئی جاننے والا نہیں، وہ اپنے دل کی بات کہے تو کس سے کہے، اسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اِدھر اُدھر سے کچھ لوگوں کے ذریعہ اس نے جانکاری حاصل کرنے کی کوشش بھی کی مگر بے سود رہا۔

ایک روز وہ شام کی چائے پی کر دھیرے دھیرے اپنے ڈیرے کی طرف رواں دواں تھا۔ اچانک اس کی نظر ایک چہرے پر ٹھہر سی گئی۔ اُسے ایسا لگا کہ شاید وہ اس چہرے کو بہت قریب سے جان رہا ہو۔ جوں جوں نظر آنے والا چہرہ قریب آتا گیا تصویر صاف ہوتی چلی گئی۔ اسے پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ اس کے بچپن کا دوست حماد تھا۔ اس سے پہلے کہ قطب اپنی زبان کھولتا حماد نے تپاک سے اُسے بڑھ کر گلے لگاتے ہوئے سلام کیا اور کہا: ''ارے یار! کہاں تھا تو؟ بہت دنوں بعد ملا ہے، خیریت تو! اِدھر کہاں اور کیسے؟'' بغیر سانس لیے حماد نے بیک وقت کئی سوال کر دیے۔

قطب نے کہا: ''بھئی! پہلے تم اپنے آپ پر قابو تو پاؤ۔ پھر آرام سے سب کچھ بتاتا ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے قطب حماد کے کندھے پر ہاتھ ڈالے اپنے روم پر آ گیا۔ برسوں بعد دونوں دوست کی ملاقات ہوئی۔ بھولی بسری یادیں تازہ ہو گئیں۔ دل لگی کی کچھ باتیں ہوئی۔ ہنسی مذاق ہوا۔ اس کے بعد قطب نے مسکین سی صورت بنائے حماد سے کہا: ''ارے یار! کیا بتاؤں؟ کئی دنوں سے مناسب کوچنگ سنٹر کی تلاش میں ہوں۔ کئی جگہوں کے بارے میں معلوم کیا۔ اچھی تعلیم، اعلیٰ انتظام، بہتر نظم و نسق کے بارے میں پتا چلا۔ ہر طرح کی سہولتیں بھی دیکھنے کو ملیں، لیکن میں جیسی جگہ کی تلاش میں ہوں ویسی اب تک میری نظر سے نہیں گزری۔''

حماد نے کہا: ''اچھا! کہیں ایسا تو نہیں کہ فیس کی رقم میں رعایت کے خواہش مند ہو۔ تو پھر یاد رکھنا یہ شہر ہے۔ یہاں سانس لینے کی بھی قیمت لگتی ہے۔ تم نے ایک محاورہ سنا ہوگا۔ پیسہ پھینک تماشہ دیکھ۔ شروع میں

میں نے بھی بہت کوشش کی کہ کم فیس میں کام نکل جائے، لیکن کیا بتاؤں؟ شہر کے لوگ بڑے مفاد پرست ہوتے ہیں۔ کسی کی پیروی تک رُک کے سننے کو صحیح سے تیار نہیں ہوتے۔ کچھ بھی کرلو اس معاملہ میں تو کوئی راستہ نہیں نکل سکتا۔ ایک وقت کے کھانے کا پیسہ اگر بچانا پڑ جائے تو بچا کر کوچنگ فیس میں لگادو، اس کے سوا کو مجھے کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی۔''

قطب نے کہا: ''حماد! تو بھی نا...! ایک دم سے شروع ہوجاتا ہے۔ رکنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ بات کو کہاں سے کہاں لے کر چلا گیا۔ ارے تو جو سوچ رہا ہے بات وہ نہیں ہے۔ میری مالی حالت ماشاء اللہ اتنی بھی گئی گزری نہیں کہ اس کی فیس ادا نہ کرسکوں۔ میرے والدین میری تعلیم کے لیے اچھی خاصی رقم خرچ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس معاملے میں الحمدللہ کہیں کوئی دقت نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ مجھے ایسے کوچنگ سنٹر کی تلاش ہے جہاں پڑھانے والے ٹیچر دینی مزاج رکھتے ہوں۔ نماز روزہ کے پابند ہوں۔''

حماد نے کہا: ''اچھا، یہ بات ہے۔ ارے ہاں...! یاد آیا۔ پرویز سر کا بڑا نام سنا ہے۔ بچے ان کو بہت یاد کرتے ہیں۔ ان کے اخلاق کی بڑی تعریفیں سنی ہیں۔ کل ہی تو ان کی کوچنگ کا ایک لڑکا ملا، وہ بتا رہا تھا کہ کلاس کے دوران جیسے ہی ان کے کانوں سے اذان کی آواز ٹکراتی ہے، وہ بالکل خاموش ہوجاتے ہیں اور جب تک اذان مکمل نہ ہوجائے پورے کلاس میں خاموشی طاری رہتی ہے۔''

یہ سن کر قطب کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ اس نے کہا: ''مجھے ایسی ہی جگہ کی تلاش تو ہے۔ ایسا کرو، اگر ان سے ابھی ملاقات ممکن ہے تو چلو مل کر بات پکی ہی کرلیتے ہیں۔ کل سے کلاس بھی جوائن کرلوں گا۔''

حماد نے کہا: ''یہ لو، بتا کیا دیا کہ تم تو راجدھانی ٹرین ہی بن گئے۔ ارے وہ کوچنگ سنٹر ہے۔ وہاں پڑھائی ہوتی ہے۔ بچوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ سر بھی روز ہی آتے ہیں۔ ایسا تو تھوڑے ہی ہے کہ کوچنگ سنٹر بند ہوکر کل سے کسی دوسری جگہ منتقل ہونے جا رہا ہے۔ تھوڑا صبر کرو۔ اتنے دنوں بعد ملے ہو، جی بھر کے بات کرنے دو نا۔ کل آرام سے جا کر مل لوگے۔''

دوسرے دن قطب نے وہاں جا کر پرویز سر سے ملاقات کی۔ کوچنگ کی تفصیلات معلوم کی اور اپنا ایڈمیشن کرالیا۔ سر نے بتایا کہ تم ابھی جاؤ۔ دوسرے سیشن میں ڈھائی بجے حاضر ہوجانا۔ بتائے گئے وقت کے مطابق قطب کلاس میں پہنچ گیا۔ کلاس اپنے وقت پر شروع ہوا۔ پرویز سر نے بڑے سلیقے سے میتھ کے ایک ایک فارمولے کو بڑی باریکی سے سمجھا رہے تھے۔ پورے کلاس میں بچوں کا انہماک دیکھنے کے لائق تھا۔ قطب

بھی بہت متاثر ہوا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے سر کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ذہن کی دیوار پر نقش ہوتا چلا جا رہا ہو۔ اسے پہلی بار محسوس ہوا کہ پڑھانے والا اگر ماہر ہو تو مشکل سے مشکل سبجکٹ کو بھی بڑی آسانی سے دل میں محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ ایک گھنٹہ بعد پاس کی مسجد کے منار سے عصر کی اذان بلند ہوئی۔ معمول کے مطابق پرویز سر خاموش ہوگئے۔ کلاس تھوڑی دیر کے لیے بند ہوگیا۔ قطب کی نگاہوں میں پرویز سر کی قدر و منزلت کا گراف بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ لیکن اس کا یہ سارا بھرم اس وقت ٹوٹ پھوٹ کر رہ گیا جب اس نے دیکھا کہ اذان کے ختم ہوتے ہی بغیر دعا پڑھے پرویز سر پھر پڑھانے میں مشغول ہوگئے۔ قطب گھبرایا سا حیرت بھی نظروں سے چند لمحے تک سر کو دیکھتا رہا، لیکن جب اسے برداشت نہ ہوا تو اس نے ہمت جٹائی، کھڑا ہوگیا اور بولا: ''سر یہ کیا! اذان ہوئی۔ آپ خاموش رہے۔ مجھے بھی اچھا لگا۔ لیکن کیا آپ نماز کے لیے مسجد نہیں چلیں گے!''

پہلا دن، پہلا کلاس، نیا لڑکا اور اتنی جرأت؟ یہ سوچ کر پرویز سر غصہ سے بھر گئے۔ ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ چیختے ہوئے بولے: ''گیٹ آؤٹ! نکل جاؤ یہاں سے، اور ہاں! خبردار جو دوبارہ کبھی اپنی صورت دکھلائی تو'' قطب نے بڑے اطمینان سے کہا: ''سر! معاف کیجیے گا۔ بہت سنا تھا آپ کے بارے میں۔ دل میں بڑی عزت بیٹھ گئی تھی آپ کی۔ لیکن مجھے کیا معلوم جسے میں سونا سمجھ رہا تھا وہ سونا نہیں بلکہ اسٹیل کے اوپر سونے کی پالش کی چڑھائی گئی ہے۔ یاد رکھیے! آپ مجھے کلاس سے نکال رہے ہیں، لیکن میرا دل اپنے اندر سے آپ کو ہمیشہ کے لیے نکال رہا ہے۔ آج سے میں یہ ثابت کردوں گا کہ دل میں اللہ کا تقویٰ اور دین کی مکمل پابندی کے ساتھ اپنے ہی دم خم پہ اکیلے ہی تیار کر کے امتحان پاس کیا جاسکتا ہے۔ میرا ماننا ہے کہ تدبیر لاکھ سہی تقدیر کی اہمیت اپنی جگہ برقرار ہے۔ ٹھیک ہے سر! مسجد چلتا ہوں۔ نماز کا وقت ہونے کو ہے۔ الوداع!

مسجد میں نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے ہی قطب نے پرویز سر کو اپنے پیچھے کھڑا دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جیسے ہی قطب کی آنکھوں سے ان کی آنکھیں ٹکرائی شرمندگی کے احساس سے ان کی آنکھیں بری طرح چھلک پڑیں۔ جیسے ہی قطب کھڑا ہوا انہوں نے بڑھ کر قطب کو اپنے سینے سے لگا لیا اور یہ کہتے ہوئے اُن کی ہچکیاں بندھ گئیں کہ: ''بیٹا! سچ ہے کہ زمین پر اکڑ کر چلنے والوں کی آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں جب اس کے پیروں کا سامنا کسی سخت پتھر سے ہوتا ہے۔ آج تم نے میرے اندر کے اس انسان کو زندہ کر دیا ہے جو شہرت و دولت اور وقتی غرور کی زمین میں برسوں سے دفن تھا۔ ان شاء اللہ آج کے بعد میری ایک وقت کی نماز بھی جائع نہیں ہوگی۔ اللہ تمہارے والدین سے راضی ہو!'' ❍❖❍

بچے خوف زدہ کیوں ہوتے ہیں؟

سویرا فلک

بچوں میں ڈر یا خوف ایک عام کیفیت ہے، تاہم اس مسئلے سے نگاہیں چرانا اور والدین کا اس معاملے کو سنجیدگی سے نہ لینا سراسر غلط عمل ہے۔ کیوں کہ حقیقی یا غیر حقیقی خوف کے نتیجے میں بچوں کی شخصیت مسخ ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔ بچوں میں خوف یا ڈر کی نوعیت مختلف ہوسکتی ہے۔ کچھ بچے اندھیرے کے خوف کھاتے ہیں، کچھ بچے اکیلے بند یا خالی کمرے سے کتراتے ہیں۔ ایسے بچوں کے ساتھ زبردستی کرنا ہرگز درست نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اس طرح ان کا ڈر کم ہونے کے بجائے بڑھتا چلا جائے گا۔ یہ کوشش کی جائے کہ بچے کو اندھیرے سے جس قدر ممکن ہو دُور رکھا جائے گا۔ ایسے کمرے جو خالی رہتے ہوں وہاں دن کے مختلف اوقات میں بچوں کے ساتھ کئی دفعہ آئیں جائیں۔ اگر لائٹ نہ ہو اور چھت پر وقت گزارنا ہو تو بچوں کو دل چسپ کہانیاں سنائیں۔ بچوں کو ایمرجنسی لائٹ استعمال کرنے کا طریقہ بتائیں۔ اکثر بڑے خود بچوں کے دلوں میں خوف بٹھا دیتے ہیں جو بعض اوقات ساری عمر ان کے دل و دماغ میں رہتا ہے۔

معالج کے پاس جا کر ٹیکا (انجکشن) لگوانا بھی بچوں کا عمومی خوف ہے۔ اس کی بنیادی وجہ بھی والدین کا عام طور پر یہ جملہ ہوتا ہے مثلاً ''تم بات نہیں مانو گے تو تمھیں سوئی لگو دیں گے۔'' اس خوف کو دور اور کم کرنے کیلئے بچے کو کسی معالج کے پاس لے جائیں اور اسے بتائیں کہ معالج کیسے مریض کی تکلیف دور کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

بچوں کو خیالی شکلوں، سایوں یا خود ساختہ آوازوں سے ڈرانا بھی غلط ہے۔ ایسے بچے تیز آوازوں میں متحریک سائے دیکھ کر بھی خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ بچوں کو سزا کے طور پر خالی یا اندھیرے کمروں میں بند کرنا بھی ان کے دل و دماغ میں زندگی بھر کے لئے خوف بیٹھ جانے کا سبب بن سکتا ہے۔

بچوں کو تعمیری کاموں میں مصروف رکھیں۔ انھیں ایسی کہانیوں دو دور رکھیں جو ان کے دلوں میں ڈر یا خوف پیدا کریں۔ بچے ڈراونی کہانیاں پڑھ کر ان دیکھی شکلیں اپنے ذہنوں میں بٹھا لیتے ہیں اور ڈرنے لگتے ہیں۔ ڈراؤنے قصے، حادثات کی تصویریں او دہشت زدہ کرنے والی خبریں بھی بسا اوقات بچوں کا دھیان مختلف دل چسپ کھیلوں کی طرف لگائیں۔

بقیہ 51/ پر ملاحظہ ہو!

جمعیۃ علماء ارریہ کے زیر اہتمام شریعت بیداری کانفرنس میں

منشیات، فحاشی، عریانیت اور مروجہ جہیز کے خلاف اعلان جنگ

خصوصی رپورٹ: مفتی اطہر القاسمی، جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ارریہ

ملک کی سب سے قدیم جماعت جمعیۃ علماء ہند کی ہدایت پر، جمعیۃ علماء بہار کی نگرانی اور جمعیۃ علماء ارریہ کے زیر اہتمام شریعت بیداری مہم کے تحت منشیات، فحاشی، عریانیت اور موجودہ جہیز کی تباہ کاریوں کے خلاف مدرسہ اصلاح المسلمین بھگوان پور بیرگاچھی ارریہ میں مورخہ ۲۲/ مارچ ۲۰۱۷ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب ایک عظیم الشان اجلاس عام کا انعقاد عمل میں آیا۔

اجلاس کی سرپرستی نمونہ اسلاف، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا احمد نصر صاحب بنارسی نے فرمائی، فاضل جلیل حضرت مولانا محمد ناظم صاحب جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء بہار، عالم متبحر حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب جنرل سکریٹری رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ بہار اور نوجوان مفتی خالد انور ایڈیٹر ماہنامہ ندائے قاسم پٹنہ کا جنہوں نے ہماری حقیرسی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنی تمام تر مصروفیات کے باجود اجلاس کو رونق بخشی اور جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے علاقے کے مسلمانوں کیلئے مشعل راہ بنے۔ اللہ آپ سب کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور اس آمد کو علاقے کیلئے رشد وہدایت کا ذریعہ بنائے۔

شریعت بیداری مہم کے تحت جمعیۃ علماء ارریہ کا یہ اجلاس انتہائی اہم پیغام دینا چاہتا ہے اور یہ تجویز منظور کرتا ہے:

(۱) شراب و دیگر نشہ آور چیزیں اسلامی نقطۂ نگاہ سے حرام ہی نہیں ام الخبائث ہیں، قرآن وحدیث میں شرابی اور منشیات کے عادیوں کیلئے انتہائی سخت سزا تجویز کی گئی ہے اور اس کے ارتکاب کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے، بڑی خوشی کی بات ہے حکومت بہار نے بھی اس پر پابندی عائد کردی ہے۔ اس لئے جمعیۃ علماء ارریہ کا یہ اجلاس آپ سے مطالبہ کرتا ہے کہ آج آپ یہ عہد کریں کہ ان شاء اللہ آخری نبی ﷺ کی آخری امت اور صاحب قرآن ہونے کی حیثیت سے ہم اپنے سماج کو شراب نوشی، گٹکھے، پڑیئے، افیون، بھنگ، چرس، گانجے، کوریکس اور دیگر نشہ آور چیزوں سے پاک کریں گے، نہ خود شراب اور نشہ کا استعمال کریں گے اور نہ ہی خاندان، پڑوس اور معاشرے کو اس کا استعمال کرنے دیں گے اور صحت ودولت کی قدر کرتے ہوئے اپنی گاڑھی کمائی کے اس حصے کو اپنے نونہالوں اور سماج کے غریب بچوں کی تعلیم وتربیت پر خرچ کریں گے۔

(۲) فحاشی وبے حیائی کی مذہب اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایک مسلمان کی زندگی کیلئے سب سے

بہترین نمونہ آقائے مدنی ﷺ کی حیات مبارکہ ہے، آپ ﷺ فحاشی، بے حیائی، عیاشی، بدکاری، میوز، ڈانس، ناچ گانے اور ڈھول باجے کو ختم کرنے کیلئے دنیا میں تشریف لائے تھے۔ آج بدقسمتی سے ہمارا مسلم سماج ان تمام برائیوں کے دلدل میں پھنس چکا ہے اور اس سے بڑی دکھ کی بات یہ ہے کہ اب یہ فحاشی اور بے حیائی ثقافتی پروگراموں کے نام پر تعلیمی اداروں کے اسٹیج سے پیش کئے جارہے ہیں اور والدین بھی اس سے لطف اندوز ہورہے ہیں، اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم اور ہمارے بچے ترقی کررہے ہیں اور زندگی سے ہدایت وتقویٰ اور اسلامی ماحول رخصت ہوچکا ہے۔

(۳) تیسری تجویز کے تحت جمعیۃ علماء ارریہ کا یہ اجلاس آپ سے مطالبہ کرتا ہے کہ آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہماری بہن، بیٹیوں، بیویوں اور عزت مآب خواتین کے سروں پر شرم وحیا اور عفت وعصمت کی جو قیمتی چادر اوڑھائی ہے، ہم اس کا تحفظ کریں گے اور عریانیت وبے پردگی کا جو سیلاب ہمارے گھروں میں گھس چکا ہے ہم اسے سماج سے نکال دیں گے اور مغربی تہذیب کی اس گندگی کو اپنے پاؤں سے روندتے ہوئے اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، اماں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور آخری نبی ﷺ کی آخری بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی تہذیب وروایت، چال وچلن اور لباس وپوشاک واپنے سینے سے لگائیں اور اپنے گھروں سے عریانیت، بے پردگی اور بے حیائی کو جڑ سے ختم کریں گے۔

(۴) اور چوتھی اور آخری تجویز کے تحت عرض ہے کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشادفرمایا: ''اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَافَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضُهُمْ عَلیٰ بَعْضٍ وَبِمَااَنْفَقُوْامِنْ اَمْوَا لِهِمْ ''(پارہ:۵/۳۴) کہ مرد عورتوں پر حاکم ونگراں ہیں، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت عطاء کی ہے اور اس وجہ سے مردوں نے عورتوں پر اپنا مال اور پیسے خرچ کئے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے: ''وَلَا تَـأْكُـلُـوْٓا اَمْـوَالَـكُـمْ بَيْـنَـكُمْ بِالْبَاطِلِ ''(پارہ:۲/۱۸۸) لوگو! ایک دوسرے کا مال آپس میں مت کھاؤ، اور رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: ''اَلَا لَاتَـظْـلِـمُـوْا اَلَا یَـحِلُّ مَالُ امْرِءٍ اِلَّا بِـطِيْبِ نَفْسٍ مِنْهُ ''(مشکوۃ شریف) لوگو! خبردار رہنا، ایک دوسرے پر ظلم مت کرنا اور ایک دوسرے کا مال اس کی اجازت وخوشی اور رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔

قرآن کریم کی پہلی آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مرد کے قوام اور حاکم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بیویوں کے تمام اخراجات وہی برداشت کرتے ہیں اور یہ کام انہیں کے ذمہ ہے بھی۔ لہذا انہیں کو برداشت بھی کرنا چاہئے اور دوسری آیت اور حدیث مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ زورزبردستی اور جبراً وقہراً کسی کا مال حاصل

کرنا باطل اور ناجائز وحرام ہے۔

اسی لئے فقہائے کرام نے نکاح کے وقت نقد رقم کے مطالبے، ساز وسامان کے مطالبے، مہنگی گاڑیوں کے مطالبے، قیمتی کپڑوں کے مطالبے، لمبی چوڑی بارات کی ضیافت اور بھوج کے مطالبے اور نکاح کے وقت دیگر رسومات ولوازمات، بدعات وخرافات کو ناجائز وحرام قرار دیا ہےا ور اسے رشوت قرار دیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے رشوت لینے والے اور بغیر سخت مجبوری رشوت دینے والے دونوں کو جہنمی قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ام المدارس دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، اور جمعیۃ علماء ہند جیسے ملک کے تمام مرکزی اسلامی ادارے دارالافتاء اور ملی تنظیموں نے موجودہ جہیز وتلک کے مطالبے کو ناجائز وحرام قرار دیا ہے، مگر ہندوستان بالخصوص بہار اور خاص طور سے سیمانچل کے اضلاع ارریہ، پورنیہ، کشن گنج اور کٹیہار میں یہ وبا لعنت اور فتنے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

اس لئے جمعیۃ علماء ارریہ کا یہ اجلاس آپ سے مطالبہ کرتا ہے کہ خدارا مسلم بیٹیوں اور بہنوں پر رحم کیجئے اور آج یہ طے کیجئے کہ بہت ہو چکا، پانی سے سر سے اوپر اٹھ چکا، جہیز کی تباہ کاریوں کے نتیجے میں مسلم سماج ومعاشرے کا تانا بانا بکھر چکا ہے، غریب والدین کی غریب بیٹیاں بن بیاہی اپنے گھروں کی چوکھٹ پر اپنی جوانی برباد کر رہی ہیں، حتیٰ کہ اس لمبے چوڑے مانگ اور مطالبے کو پوری کرنے کیلئے والدین چوک چوراہوں، ہوٹلوں اور مسجد کے دروازے پر بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئے ہیں، یہ کتنے بڑے شرم اور افسوس کی بات ہے۔

ملت اسلامیہ کے غیور فرزند! اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ اور آپ کے جانثار وفادار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انتہائی سادگی کے ساتھ اپنی اور اپنی اولاد کی شادیاں کرائیں، ان کی شادیاں ہمارے لئے نمونہ اور مشعل راہ ہیں، ہم مسلمان ایک باعزت، باغیرت اور باضمیر قوم ہیں، ہماری نگاہ میں جان سے زیادہ ایمان عزیز ہونا چاہئے۔

اس لئے آج اجلاس سے یہ طے کر کے جائیں کہ اب ان شاء لڑکی والوں سے نقد رقم، ساز وسامان، گاڑیاں، جوڑے، اور کپڑے، لمبی چوڑی بارات اور بھوج کا مطالبہ نہیں کریں گے! اگر کسی جگہ ایسی شادیاں ہوئیں تو ہم اس میں شرکت نہیں کریں گے؛ بلکہ ارشاد ربانی: ''تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ '' کہ نیکی اور بھلائی کے کام میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور گناہ نافرمانیوں کے کام پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو! خدا کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے ہم سب مل کر ایسی شادیوں کا سماج بائیکاٹ کریں گے۔

اللہ ہم سب کے عہد و پیمان اور عزم وارادے کو قبول فرمائے اور جمعیۃ علماء ارریہ کے زیر اہتمام شریعت بیداری کی اس چھوٹی سے مہم کو علاقے اور قرب وجوار کیلئے باعث خیر وہدایت بنائے۔ آمین ❍❖❍

جامع مسجد بختیار پور، پٹنہ میں شریعت بیداری ونشہ مخالف کانفرنس کا انعقاد

جمعیۃ علماء بہار کے زیر اہتمام ریاستِ بہار کے مختلف اضلاع میں شریعت بیداری مہم چلائی جارہی ہے

جمعیۃ علماء ہند نے سال 2017ءکونشہ مخالف اور دیگر سماجی معاشرتی برائیوں کے سدباب کیلئے شریعت بیداری مہم چلانے کا فیصلہ لیاہے،اوراس تجویز کے مطابق ملک بھرمیں پروگرام،اجلاس عام منعقد کئے جارہے ہیں، ریاست بہار کی جمعیۃ علماء نے بھی جمعیۃ علماء ہند کے صدرمحترم اورامیرالہند جناب حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری اور جناب حضرت مولانا سید محمود اسعد مدنی صاحب کی ہدایات کے مطابق جناب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی قیادت وصدارت میں نشہ مکت سماج بنانے اور دیگر سماجی،معاشرتی برائیوں کے خاتمہ کیلئے شریعت بیداری مہم پروگرام چلانے کا فیصلہ لیاہے، جمعیۃ علماء بہار کے جنرل سکریٹری جناب مولانا محمد ناظم صاحب ناظم جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کی نگرانی میں اب تک کئی کامیاب پروگرام کا انعقاد عمل میں آچکاہے،اسی سلسلہ جامع مسجد چمپاپور،بختیار پور پٹنہ کی ازسرنوتعمیر کے موقع سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب صدر جمعیۃ علماء بہار کی صدارت میں شریعت بیداری ونشہ مخالف کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا،جس میں صدرمحترم علاوہ جناب مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء بہار، جناب مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب جنرل سکریٹری رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ بہار،مفتی خالدانور پورنوی،مولانا نورالزماں دریاپوری،مولانا محمد اکبر،حافظ شفیع اور دیگرعلماء کرام شریک ہوئے اوراہم خطاب فرمایا۔واضح رہے کہ پروگرام سے قبل مغرب کی نماز کے بعد جناب صدرمحترم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب ودیگر علماء کرام کے مبارک ہاتھوں جامع مسجد چمپاپور،بختیار پور کی بنیاد بھی رکھی گئی، پھرآپ ہی نے رقت آمیز دعاءفرمائی، جناب پرویز بھائی،اور بختیار پور کے نوجوانوں، بزرگوں کی محنت سے پروگرام کوتاریخ ساز کامیابی ملی،اللہ ان کی محنت کوقبول فرمائے۔آمین

اتحادملت کانفرنس میں شرکت:مورخہ۳؍اپریل،مرزاپور،دربھنگہ میں منعقد ہوے والی اتحادملت کانفرنس میں جمعیۃ علماء بہار کے جنرل سکریٹری جناب مولانا محمد ناظم صاحب شریک ہوئے،اورایمان کی طاقت اوراس کی حفاظت کےعنوان پراہم خطاب فرمایا۔

خانقاہ نقشبندیہ،مجددیہ،مظہریہ میں حاضری اور خطاب:مورخہ۴؍اپریل کوخانقاہ نقشبندیہ،مجددیہ،مظہریہ،مصراولیاء مظفرپورمیں جمعیۃ علماء بہار کے جنرل سکریٹری جناب مولانا محمد ناظم صاحب تشریف لے گئے، ذکر، استغفار کےعنوان پرخطاب فرمایا،اس سفرمیں جناب مولانا سہیل اختر مظفرپوری استاذ جامعہ مدنیہ بھیسا تھ تھے ۔اس کے علاوہ ریاست بھرمیں شریعت بیداری پروگرام میں جمعیۃ علماء بہارمکمل طورسرگرم عمل ہے۔

مَکْتَبُ سَبِیْلُ السَّلامُ تر یپولیہ پٹنہ کا سالانہ انعامی واختتامی پروگرام اختتام پذیر

اخوت و بھائی چارگی قائم کیجئے: صدر جمعیۃ علماء بہار حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا اہم نصیحت

(مورخہ ۲/اپریل) نہایت ہی شان وشوکت سے مکتب سبیل السلام تر یپولیہ پٹنہ کا سالانہ انعامی واختتامی پروگرام اختتام پذیر ہوا، جس میں جمعیۃ علماء بہار کے صدر محترم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، جناب مولانا محمد ناظم صاحب، جناب مولانا غلام اکبر قاسمی، مفتی خالد انور پورنوی، مولانا شعیب عالم اور جناب شکیل احمد شمسی کے علاوہ کثیر تعداد میں سامعین اور طلبہ وطالبات کے گارجین، والدین شریک ہوئے، پروگرام کا آغاز مکتب کی ایک طالبہ عالیہ پروین بنت محمد راشد نے قرآن کی تلاوت سے کیا، علبیہ حامد اور محمد ریحان صدیقی نے نعت پاک پیش کیا، جناب مولانا شعیب عالم صاحب نے دینیات کے طریقۂ تعلیم پر مختصر خطاب فرمایا، مکتب سبیل السلام میں تعلیم حاصل کرنے والے بچے اور بچیوں نے نعت پاک، تقاریر، مسنون دعاؤں، اور سوال وجواب کے پروگرام کو جس بہتر انداز سے پیش کیا، سامعین متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، اجلاس میں موجود والدین، گارجین اور سرپرستوں نے بھی نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ مراد پور جامع مسجد کے امام وخطیب جناب مولانا غلام اکبر قاسمی صاحب نے بچوں کی تربیت میں والدین کا کردار کے عنوان پر خطاب فرمایا، جمعیۃ علماء بہار کے جنرل سکریٹری اور جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کے ناظم جناب مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی نے دینی تعلیم کی اہمیت، ضرورت اور افادیت پر مختصر مگر جامع خطاب فرمایا، انہوں نے کہا؛ بیشک آپ بچوں کو جو بنانا ہے بنالیجئے لیکن قرآن کا علم تو ضرور سکھایئے، انہوں نے کہا: دنیاوی تعلیم حاصل کریں اس سے کون منع کرتا ہے لیکن دین کا علم حاصل کریں تو دین ودنیا دونوں میں کامیابی ہوگی، صدر جلسہ جناب مولانا جناب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، اپنی علالت ونقاہت کے باوجود بہت ہی مختصر لیکن جامع صدارتی خطاب فرمایا، عوام وخواص، اساتذہ اور طلبہ کو دو باتوں کی طرف ہ توجہ دلائی، ایک تو ماننے کی صلاحیت پیدا کرو، اور دوسرے اپنے آپس میں بھائی چارگی قائم کرو، جناب شکیل احمد شمسی صاحب نے درمیان پروگرام میں اپنی خوب صورت آواز میں نعت پاک پیش کیا، جامع مسجد تر یپولیہ پٹنہ کے سکریٹری جناب حشمت علی خان صاحب، اور مکتب انچارج جناب افروز احمد صاحب نے شکریہ نامہ پیش کیا، صدر جلسہ جناب حضرت مولانا محمد قاسم اور دیگر علماء کرام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے سالانہ امتحان میں اول دوم سوم نمبر حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات سے نوازا، اور تمام طلبہ کے رزلٹ اور پروگرام میں شریک ہونے طلبہ، طالبات کو توصیفی سند سے نواز گیا، اساتذہ میں جناب مولانا اظہار عالم، مولانا ذکاء اللہ محسن، جناب عابد صاحب، مولانا اسجد، مولانا محمد صادق ربانی اصلاحی، نے پروگرام کو کامیاب بنانے میں اہم رول ادا کیا، صدر جلسہ کی دعاء پر اجلاس کا اختتام ہوا۔ ❍❖❍

شب وروز

انجمن بزم مدنی جامعہ مدنیہ سبل پور کا سالانہ واختتامی پروگرام اختتام پذیر

اردو، ہندی، انگریزی، عربی اور فارسی زبوں میں طلبہ نے کی تقریریں، اور دلچسپ مکالمے بھی

(خصوصی رپورٹ- مورخہ یکم رجب) نہایت ہی شان وشوکت کے ساتھ جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ کی انجمن بزم مدنی کا سالانہ واختتامی پروگرام کا انعقاد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم بانی جامعہ مدنیہ سبل پور پٹنہ، وصدر جمعیۃ علماء بہار کی صدارت میں عمل میں آیا، اردو، ہندی، انگریزی، عربی اور فارسی پانچوں زبانوں میں طلبہ نے تقریریں کی، دلچسپ مکالمے کے ذریعہ پروگرام کو اور بھی بارونق بنادیا گیا، پروگرام کا آغاز یکم رجب، صبح کے نو بجے محمد اعمش جہاں آبادی کی تلاوت سے ہوا، محمد عظیم الدین چمپارنی، اور ولی اللہ ارریاوی، ازہر بھاگلپوری نے نعت نبی پیش کیا، اس موقع پر مسابقہ خطابت کا بھی انعقاد ہوا، جس میں شعبہ عربی، فارسی، حفظ کے طلبہ نے حصہ لیا، شعبہ عربی میں سے اول مقام محمد فیضان ارریاوی، عربی پنجم، دوسرا مقام محمد انوار الحق عربی سوم، تیسرا مقام ندیم اختر عربی پنجم نے حاصل کیا، شعبہ حفظ میں سے شریک ہونے والے طلبہ میں سے اول مقام عبدالرافع مدھوبنی، دوسرا مقام عبدالرحمٰن سیتامڑھی، تیسرا مقام راشد الحق ارریاوی نے حاصل کیا، شعبہ دینیات میں اول مقام محمد اجمل ارریاوی، اور دوسرا مقام محمد شاہد چمپارنی نے حاصل کیا، محمد ساجد عباسی، اسجد پورنوی، سلمان سیتامڑھی، بشیر علقمہ ویشالی، مذکر سمستی پوری، انس جعفر ارول، اسامہ سہرساوی نے جہیز اور کرکٹ کے عنوان پر دلچپ مکالمہ پیش کیا، سیرت النبی، اتحاد واتفاق، توحید ورسالت اور قادیانیت کے عنوان پر، پانچوں زبانوں میں طلبہ نے تقریریں کیں، عربی زبان میں ثناء اللہ پورنوی، فارسی میں محمد راغب مدھوبنی، ہندی میں محمد طارق ارریاوی، انگلش میں غلام مجتبی ارریاوی اور اردو میں کئی طلبہ کے تقریریریں کیں۔ نظامت کے فرائض محمد ساجد ارریاوی نے انجام دیئے۔

صدر جلسہ جناب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب، انجینئر نذیر حیدر صاحب، ناظم جامعہ جناب مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی، مولانا مرغوب الرحمٰن ودیگر اساتذہ جامعہ نے اس موقع پر اہم خطاب فرمایا، پروگرام میں بہترین مظاہرہ کرنے والے طلبہ کو کتابوں کی شکل میں انعامات سے نوازا گیا، پروگرام میں حصہ لینے تمام طلبہ کو بھی تشجیعی انعام، سے نوازا گیا، صدر جلسہ کی رقت آمیز دعاء پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ ○❖○

روشنی

ظرافت ومزاح

ظرافت ومزاح بھی انسانی زندگی کا ایک خوش کن عنصر ہے اور جس طرح اس کا حد سے متجاوز ہونا نازیبا اور مضر ہے، اسی طرح آدمی کا اس سے بالکل خالی ہونا بھی ایک نقص ہے۔اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر کسی بلند پایہ اور مقدس شخصیت کی طرف سے چھوٹی اور معمولی حیثیت کے کسی آدمی کے ساتھ لطیف ظرافت ومزاح کا برتاؤ ہوتو وہ اس کیلئے ایسی مسرت اور عزت افزائی کا باعث ہوتا ہے جو کسی دوسرے طریقہ سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔

اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی اپنے جانثاروں اور نیازمندوں سے مزاح فرماتے تھے اور یہ ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت لذت بخش شفقت ہوتی تھی،لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح بھی نہایت لطیف اور حکیمانہ ہوتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ ہم سے مزاح فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: میں مزاح میں بھی حق ہی کہتا ہوں،یعنی اس میں کوئی بات غلط اور باطل نہیں ہوتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کیلئے اونٹ مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ہاں، میں تم کو سواری کیلئے ایک اونٹنی کا بچہ دونگا۔اُس شخص نے عرض کیا کہ میں اونٹنی کے بچہ کا کیا کرونگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اونٹ اونٹیوں ہی کے تو بچے ہوتے ہیں۔یعنی ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہی تو ہے جو اونٹ بھی دیا جائیگا وہ اونٹنی کا بچہ ہی ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل میں ہمارے لئے بہترین درس موجود ہے کہ ہنسی،مزاق کرنا انسانی زندگی کیلئے لازم اور ضروری ہے،مگر اس میں بھی حق بات ہو،جھوٹ نہ ہو،یا کسی کو پریشانی میں ڈالنے کیلئے، دھوکہ دہی کیلئے نہ ہو،اس طرح اگر کوئی بڑا آدمی چھوٹوں کے ساتھ پیش آئے تو یقیناً چھوٹوں کا حوصلہ بڑھے گا، اوران کی خوداعتمادی میں بھی اضافہ ہوگا،واقعۃً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اور آپ کی عملی زندگی مسلمانوں کو روشنی فراہم کرتی ہے،اللہ اس روشنی سے ہمیں فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔آمین